557

غلام احمد قادیانی

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۔ عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل قادیان

اخبار ہفتہ میں دوبار

فی پرچہ ایک آنہ

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی ... ششماہی ... سہ ماہی ...

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے ۱۹۱۳ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۱۱۲ مورخہ ۲۱ مئی سنہ ۱۹۲۶ء یوم جمعہ مطابق ۸ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۴ھ جلد ۱۳

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کی طبیعت کل اور آج (۱۷ و ۱۸ مئی) صبح کے وقت خراب تھی۔ خفیف حرارت اور سردرد کی شکایت تھی۔

حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا کی ناسازی طبع کی اطلاع پہنچنے پر صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب دہلی تشریف لے گئے۔ تاکہ آپ کو وہاں سے قادیان لے آئیں۔ احباب انکی صحت و عافیت کے لئے دعا فرمائیں۔

۱۷ مئی۔ ۷ بجے صبح طلباء ہائی سکول نے جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کو ٹی پارٹی دی۔ جس میں بہت سے اصحاب کو مدعو کیا خورد و نوش کے بعد ایڈریس پیش کیا۔ جس کے جواب میں جناب شاہ صاحب نے قریباً دو گھنٹے شام میں تبلیغ احمدیت کے حالات بیان کئے۔ اور ان مشکلات کا ذکر کیا۔ جو اس عرصہ میں انہیں پیش آئیں۔ آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے دعا فرمائی۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔

دعوت و تبلیغ
احمدیت دُنیا کے کنارو تک

(نوشتہ جناب مولوی عبدالرحیم صاحب نیرؔ)

گذشتہ سے پیوستہ

آسٹریلیا جو لوگ اپنی خط و کتابت اور تبلیغی رپورٹوں کے بھیجنے میں باقاعدہ ہیں۔ اور جنہیں درد ہے کہ کسی طرح آسمان سے آیا ہوا تازہ پیغام مخلوق خدا کو پہنچ جائے ان میں ہمارے ضعیف نحیف الجسم مگر جوان ہمت دوست خان حسن موسیٰ خان صاحب ساکن آسٹریلیا ہیں۔ ہمارے معزز و مکرم بھائی کا تمام وقت تبلیغ حق اور حفاظت و اشاعت اسلام میں گذرتا ہے۔ ہر تقریب پر وہ آسٹریلیا کے مسلمانوں کے تحفظ حقوق اور تبلیغ کا موقعہ نکال لیتے ہیں۔ پادری نذویر صاحب ایڈیٹر مسلم ورلڈ آسٹریلیا گئے۔ اور احمدی مبلغ نے ان کو تبلیغ کر دی۔ لٹریچر پہنچا دیا۔ وہ امریکہ پہنچے۔ قادیانی احمدی مشن نے تعاقب کیا۔ اور سلسلہ خط و کتابت جاری کر دیا۔ ہر سلسلہ میں اسوقت ہمارے مبلغ اور پادری کی خط و کتابت ہے۔ حسن موسیٰ خان صاحب مسیحی دنیا کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"آسٹریلیا کے ایک تجارتی کارخانہ نے اپنا اشتہار دیتے ہوئے لکھا تھا۔ اگر پہاڑ ہی محمدؐ کے پاس نہیں آتی۔ تو محمدؐ پہاڑ ہی کے پاس آئے گا۔" اسپر عاجز نے تاجر صاحب کو اس فقرہ کے زہریلے اثر کی طرف توجہ دلائی۔ اور اس مسیحی اختراع پر اعتراض کیا۔ تاجر صاحب منصف مزاج تھے۔ انھوں نے معافی مانگ لی اور اشتہار سے فقرہ نکالدیا۔"

جناب نذویر صاحب بھی حق سے متاثر ہوئے۔ اور فرماتے ہیں:۔ "آپ کا خط میں نے دلچسپی سے پڑھا۔ میں بھی اسپر مسلم ورلڈ میں نوٹ لکھوں گا۔ پہلے بھی ہم نے اپنے رسالہ میں اس قدیم وہم کی کہ محمدؐ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا تابوت معلق ہے۔ تردید کی تھی۔"

اس خط کے جواب میں ہمارے دوست نے مسلمانان آسٹریلیا کی طرف سے پادری صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ اور مسلم ورلڈ کے لئے ایسا مضمون لکھا۔ جسے پادری صاحب شاید ہی شائع کریں۔

بہر حال براعظم اوشینیا احمدی علم کو ایک ہاتھ بلند کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہمت میں برکت دے۔ آمین۔

لیگوس

تاریک براعظم افریقہ کے مغربی ساحل پر ۱۴ بڑے بڑے یورپین طرز کے شہر و قصبات ہیں۔ فرانسیسی علاقہ میں ڈکار سے شروع کر کے بلجیم علاقہ میں ماٹا دلی تک ان تمام آبادیوں میں صرف ایک شہر ہے۔ جہاں مسلمانوں کی کثرت آبادی ہے۔ اور وہ شہر لیگوس ہے۔ جو نائجیریا میں احمدیت کا ایک اہم مرکز ہے۔ ایسے شہر سے بالفاظ یعنی مسیحی مصنفین اسلام کی اشاعت کا کام دور دراز علاقوں میں ہوتا ہے۔ اس شہر کو مفصل ذیل خصوصیات ہیں:۔

(۱) ۱۸۴۲ء میں سب سے پہلے ساحل مغربی افریقہ پر پرتگیزوں کے ایک حبشی غلام کے ذریعہ سے وہاں اسلام پہنچا۔ پہلا معلم اسلام اپنے آقا کے ساتھ ہندوستان اور برازیل ہو گیا تھا اور اسلام کی طرف اسکی توجہ ہندوستان ہی میں ہوئی تھی۔

(۲) تجارتی۔ تمدنی و تعلیمی و مادی ترقی کے لحاظ سے یہ شہر مغربی افریقہ کا لنڈن کہلاتا ہے۔

(۳) ایک جزیرہ پر لیگوس واقع ہونے اور پل کے ذریعہ براعظم سے ملحق کئے جانے کی وجہ سے بحر ظلمات کی خطرناک امواج کو بندوں کے ذریعہ روک کر اس شہر میں خوبصورت بندرگاہ بنا دی گئی ہے۔ اور جہاز کنارے پر آ لگتا ہے۔

(۴) احمدیت بھی پہلے اس جگہ خط و کتابت کے ذریعہ سے پہنچی۔ اور اس جگہ ایک باخدا افریقن کو رؤیا ہوئی تھی کہ سمندر کی طرف سے ایک سفید آدمی قرآن لیکر آئے گا۔

غرض شہر لیگوس ملک نائجیریا کا دارالحکومت ہے۔ اور احمدی جماعت کو وہاں انتظاماً تین حلقوں میں تقسیم کیا ہوا ہے حلقہ نمبر سوم نے اپنی تازہ سالانہ رپورٹ شائع کی ہے۔ اس میں سے چند فقرات عرض کرتا ہوں۔ ایک نو تعمیر کردہ مسجد کا ذکر کرتے ہوئے رپورٹ مرتب کنندہ عزیز لکھتا ہے:۔

"گڈ فرائڈے کے دن ۱۴ اپریل ۱۹۲۲ء کو مسیح موعود و مہدی مسعود کے غلام مولوی عبدالرحیم نیر بیچلر آف فلولوجی نے اس مسجد کا بنیادی پتھر رکھا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ کہ بہت مساجد سیم و جواہر سے بھی تعمیر کی جائیں گی۔ مگر نائجیریا میں یہ پہلی مسجد ہے۔ جس کی بنیاد ایک غیر ملکی اسلامی مبلغ اور اس زمانہ کے نبی کے صحابی کے ہاتھوں سے رکھی جا رہی ہے۔"

پھر اپنے ہاں کی مبلغین کلاس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔ "ایک سال ہونے آیا ہے۔ کہ مقامی مبلغین کے لئے تبلیغی کلاس کھولی گئی۔ تا وہ نہ صرف قرآن و حدیث کا علم حاصل کریں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ وہ مسیح موعود و مہدی مسعود کی آمد کی بشارت کا بیج بونے والے بن سکیں۔"

رپورٹ کے خاتمہ پر تحریر ہے:۔ "اس رپورٹ کو ختم کرنے سے قبل ہمیں لازم ہے۔ کہ اپنے غیر حاضر ریورنڈ فادر مولوی عبدالرحیم نیر کے تعلقات کا ذکر کریں۔ آپ نے نہ صرف زبانی اپنے تئیں اس حلقہ کا ممبر قرار دیا۔ بلکہ اسے عملاً ثابت کر دیا۔ جب آپ یہاں تھے۔ تو اپنا ماہوار چندہ اس حلقہ میں دیتے اور وقت ملنے پر ہمارے جلسوں میں بھی تشریف لاتے۔ ہمارے بزرگوں کے دلوں پر ان کی شخصیت کا بڑا اثر تھا اور اب تک بھی وہ جب کبھی بات کرتے۔ تو مولوی صاحب کے نمونہ کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ ہم اس کے لئے مولوی صاحب کی فراخ حوصلگی کے لئے ان کے بڑے شکر گذار ہیں۔"

سالٹ پانڈ

ہمارا نوعمر سفید مولوی حکیم کالے کالے شاگردوں اور مزدوروں کے درمیان ساحل بحر ظلمات پر امواج سمندر کی ہیبت ناک آوازوں کے شور میں سورج کی تیز شعاعوں کے نیچے فینٹی احمدیوں کے لئے تعلیم الاسلام اسکول کی عمارت بنوا رہا ہے۔ افریقہ کی آب و ہوا نے اس نوجوان کے چہرہ پر اثر کیا ہے۔ سر کے بال بھی سیاہ کی بجائے سفید و سیاہ ہیں۔ ایمان و اطاعت اولوالامر اسے باوجود علالت طبع وہ اپنے فرض منصبی کی ادائگی کے لئے مضبوط کر رہے ہیں۔ وہ اپنے امام کے حضور عریضہ نیاز لکھتے ہیں:۔

"عمارت سکول کا کام ابھی ختم نہیں ہوا۔ دیواریں مکمل ہو چکی ہیں۔ چھت ڈالنا باقی ہے۔ لکڑی ۶۳ میل سے لائی جاتی ہے۔

گذشتہ دنوں ۲۲ بت پرست اور غیر احمدی و عیسائی حضور کی غلامی میں شامل ہوئے۔ ان سب کی بیعت قبول فرما کر ان کے لئے حضور دعا فرمائیں۔

گورنمنٹ کی طرف سے ایک قطعہ زمین ہمیں قبرستان کے لئے عطا ہوا ہے۔"

جزائر غرب الہند

ہمارے مکرم دوست شیخ ابراہیم منڈیزی مسلم مشنری Panal مقام پینل جزیرہ ٹرینیڈاڈ سے اطلاع دیتے ہیں کہ:۔

یکم جنوری ۱۹۲۶ء سے میں نے پینل میں نقل مکان کیا ہے۔ اور احمدیت اس جگہ نیگرو اور ہندوستانیوں کے درمیان ترقی کر رہی ہے۔ عالمگیر نیگرو برادری کے ۱۵ ممبر سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان میں میر مجلس صاحب بھی شامل ہیں۔ مجھے چند جلدیں نماز کی بھجوا دیں۔ جو نو مسلموں کے لئے فائدہ بخش ہوں گی۔

شام

ہمارے عزیز دوست جلال الدین صاحب شمس ابو النذار ملک شام میں جہاں کئی جلیاں والے باغ بن رہے ہیں دمشق کے امرتسری مولویوں اور ان کے ہمخیالوں کو مسیح موعود کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ اور آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"بحالات حاضرہ میں جو بہترین صورت تبلیغ ہو سکتی ہے وہ ڈاک ہے۔ وہ کر رہا ہوں۔ پہلے ٹریکٹ روانہ کئے تھے اس کے بعد خطوط یاددہانی دستی پریس پر چھاپ کر روانہ کئے۔"

جس شہر میں لوٹ مار۔ کشت و خون۔ گولہ باری و بندوق بازی عام ہو رہی ہو۔ وہاں فریضہ تبلیغ کا ادا کرنا دل گردے کا کام ہے۔ اور ہم خوش ہیں۔ ہمارا پیارا بھائی مردانگی سے پولوس کی تثلیث زا سرزمین میں توحید کا علم مشکلات کے وقت میں تھامے کھڑا ہے۔

تبلیغ حق کی عراق میں کامل آزادی

ہز میجسٹی شاہ فیصل کی حکومت نے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ شاہ زین العابدین کے جانے پر حالات کی اصلیت معلوم کر کے جو کامل آزادی تبلیغ احمدیت کے لئے دی ہے۔ اس کے متعلق سرکاری حکم کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) ہماری یادداشت نمبر ۱۵۰۶۲ (دوبارہ مخالفت تبلیغ احمدیت) محررہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۳ء اب منسوخ کی جاتی ہے۔

(۲) آپ کو ملک عراق میں احمدیت کی تبلیغ کی آزادی ہے۔ اور اپنے دین کی اشاعت کی اجازت ہے۔"

سیلون

جماعت سیلون نے تبلیغی آزادی سے فائدہ اٹھا کر جوش سے کام شروع کر دیا ہے۔ اور اخویم مختار تحریر فرماتے ہیں:۔

"اسلام اور احمدیت کی ملائی زبان کے ذریعہ اشاعت میری زندگی کا مقصد ہے۔ مجھے خوشی ہے۔ کہ آپ میرے خط کا اقتباس حضرت اقدس خلیفۃ المسیح کو سناتے ہیں۔ گویا آپ حضرت سے میری کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کرینگے۔ ممبران جماعت احمدیہ اور ان کے اہل و عیال جنہوں نے سیلون میں احمدیت کا پودا لگایا ہے۔ اپنے ایمان میں مضبوط ہیں۔ اور اب کولمبو۔ گمپولا۔ نیگومبو کی جماعتوں کو حکومت نے بھی باضابطہ تسلیم کر لیا ہے۔ اور انشاء اللہ یہ جماعت لنکا سے کبھی نہیں مٹائی جا سکتی۔

کولمبو میں جماعت کی اپنی مسجد ہے اور نگامبو میں اپنا قبرستان۔ اور ایسا ہی گمپولا میں بھی حکومت نے ہمیں علیحدہ قبرستان دیدیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ شاندار لنکا میں ضرور تشریف لائیں گے۔ جماعت سیلون مبلغ کے سفر خرچ کے لئے روپیہ جمع کر رہی ہے اور انگریزی دان مبلغ کی درخواست کر رہی ہے۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
یوم جمعہ قادیان دارالامان - ۲۱ مئی سنہ ۱۹۲۶ء

بانی آریہ سماج پر نکتہ چینی کا حق

"اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کی واضح مثال اس سے بڑھکر اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ آریہ سماجی جن کے گرو مہرشی۔ پری براجک۔ بھگوان بھج بال وغیرہ وغیرہ نے دنیا کے تمام مذاہب کے بزرگوں اور قابل احترام ہستیوں کی شان میں نہایت ہی گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں اور خود بھی اپنے مہرشی کی اس پہلو میں تقلید کرنے میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ان کی طرف سے ہم پر درشت کلامی اور سخت گوئی کا الزام لگایا جاتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا آریوں کو اپنے گرو کی تحریریں بھول گئی ہیں۔ اور وہ اپنے لٹریچر کو پڑھنے کی تکلیف ہی نہیں اُٹھاتے۔ یا جو کچھ اس میں بھرا پڑا ہے۔ وہ ان کے نزدیک نہایت "پوتر" اور "خوش کن" باتیں ہیں۔ اگر آریہ صاحبان بے جا ضد اور تعصب سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے دماغوں کو آزاد کرکے دیکھیں تو انہیں نظر آ جائے۔ کہ بانی آریہ سماج نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں جس قدر دُر افشانی کی ہے۔ اور آریہ صاحبان آئے دن اس میں جو اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ اس قدر دل آزار اور رنجدہ ہے۔ کہ کوئی شریف انسان اس کے سُننے کی بھی تاب نہیں لا سکتا۔ لیکن حیرت ہے۔ اسقدر زبان درازی اور فحش کلامی کرنے والے سوامی جی کے متعلق اگر انہی کے حوالوں اور بیانات کی بنار پر کوئی بات پیش کی جاتی ہے۔ اور یہ بتانے کے لئے پیش کی جاتی ہے کہ وہ شخص جس نے دنیا کے کسی راست باز اور مقدس انسان پر غلاظت اور گندگی کے چھینٹے پھینکنے سے احتراز نہیں کیا وہ اپنے ہی بیانات کی رُو سے کیا حقیقت رکھتا اور کس قدر خوبیوں کا مالک ہے۔ تو آریہ صاحبان چیخ اُٹھتے اور شور مچا دیتے ہیں۔ کہ ہمارے سوامی جی کے خلاف ایسا کیوں کیا جاتا ہے ہم پوچھتے ہیں۔ جس سوامی کو کئی کروڑ ہندوؤں کے نہایت ہی مقدس بزرگوں کو لال بجھکڑ کہنے اور پھوٹی آنکھوں والے بتانے کا حق تھا۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر انبیاء کرام کو جنہیں دُنیا کا بہت بڑا حصہ نہایت ہی پاک اور خدا کی برگزیدہ ہستیاں یقین کرتا ہے دروغگو اور خراب چال چلن والے قرار دینے کا حق تھا جسے سیّد ولد آدم تمام نیکیوں کے سردار اور تمام صفات حسنہ کے جامع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نہایت ناپاک اور گندے الزام لگانے کی اجازت تھی۔ جس نے تمام اسلامی عقائد کو تمسخر اور استہزار کا ہدف بنایا رکھا ہے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ خود اس کی ذات کو اسی کے بیانات کے رو سے معرض تنقید میں نہ لایا جائے۔ اور یہ نہ دیکھا جائے کہ دُنیا کی مانی ہوئی پاک اور مقدس ہستیوں پر گندے الزام لگانے والے کی اپنی حالت کیا تھی ؛

پس آریہ صاحبان کو اسپر چین بجبیں اور ناراض ہونے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور نہ انہیں اپنے سوامی جی کے متعلق خود انہی کی فرمائی یا عمل میں لائی ہوئی باتوں کے پیش کرنے کو درشت کلامی قرار دینا چاہیئے۔ ہاں اگر وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ ان کے سوامی جی کی ذات اس طرح بھی معرض بحث میں نہ آئے۔ اور ان کی زندگی کے ایسے واقعات کو روشنی میں نہ لایا جائے۔ جن سے وہ نہایت ادنیٰ درجہ کے انسان ثابت ہوتے ہیں۔ اور یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ پاکباز ہستیوں پر ناپاک الزام لگاتے ہوئے دراصل انہوں نے اپنی ہی شکل آئینہ میں دیکھی۔ اور اپنی ہی ذات پر ان کو قیاس کیا ہے۔ تو اس کا یہی طریق ہے کہ سوامی جی نے جس قدر درشت کلامی اور بدزبانی سے کام لیا ہے۔ اُسے صفحہ دُنیا سے ہٹا ڈالا جائے۔ اور اپنی زبانوں کی بھی اصلاح کر لی جائے۔ اگر آریہ صاحبان ہمارے اس مشورہ کو قبول کر لیں۔ تو ان کے لئے بہت آرام اور اطمینان کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ ورنہ بغیر ایک حرف شکایت بھی زبان پر لائے انہیں وہ سب کچھ نہایت ٹھنڈے دل سے پڑھنا اور اسپر غور کرنا چاہیئے۔ جو ان کے سوامی جی کے متعلق ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور اس بنا پر دوسروں پر "دریدہ دہنی" کا الزام لگا کر خود اس جرم کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے۔

آریہ اخبار پرکاش (۱۲ مئی) نے احمدیوں پر بانیٔ آریہ سماج کے متعلق "دریدہ دہنی" کا الزام لگاتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ

"آریہ سماج میں سوامی دیانند کی شخصیت کو وہی درجہ حاصل ہے۔ جو مسلمانوں میں محمدؐ صاحب کو"

آریہ صاحبان اگر سوامی جی کی شخصیت کو اس سے بھی بڑھکر درجہ دیں۔ تو انہیں کون روک سکتا ہے۔ لیکن اس دعویٰ کے ساتھ ہی وہ ہر شخص کو یہ حق بھی دے رہے ہیں کہ وہ سوامی جی کی شخصیت کو معرض بحث میں لائے۔ اور یہ ایسا صاف حق ہے جسے خود "پرکاش" کو بھی تسلیم کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا دعویٰ کے ساتھ لکھتا ہے :۔

"ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مہا پرشوں کے جیون پبلک کی ثمت ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک شخص کو حق حاصل ہے کہ ان کے جیون پر نیک نیتی سے نکتہ چینی کرے۔"

گویا "پرکاش" خود سوامی جی کی شخصیت پر نکتہ چینی کرنے کا حق ہر ایک کو دے رہا ہے۔ لیکن شرط یہ لگاتا ہے کہ نکتہ چینی نیک نیتی سے ہو۔ اگرچہ خود سوامی جی نے کبھی اس شرط کی پابندی نہیں کی۔ اور نہ آریہ صاحبان کبھی اس کے پابند ہوئے ہیں۔ لیکن ہم اسے نہایت ضروری سمجھتے ہیں نکتہ چینی ضرور نیک نیتی سے ہونی چاہیئے۔ اور اس کا ایک نہایت آسان اور صاف طریق یہ ہے کہ کسی کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جائے جسکی بنار اسکی کسی مسلمہ اور مستند کتاب پر نہ ہو۔ اور جسے فریق مخالف صحیح اور درست تسلیم نہ کرتا ہو۔ اسی طرح کسی قول یا فعل کا وہ مفہوم اخذ نہیں کرنا چاہیئے۔ جو اس فریق نے کبھی نہ مانا ہو۔ اس اصل کو مدنظر رکھ کر اگر نکتہ چینی کی جائے۔ تو اسپر کسی کو شکایت کا کوئی حق نہیں ہو سکتا۔ اور ہم دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں۔ کہ سوامی جی کے متعلق ہم جو کچھ لکھتے یا پیش کرتے ہیں۔ وہ ان کی اپنی تحریروں کی بناء پر اور آریہ صاحبان کی مسلمہ کتب سے پیش کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم پر "دریدہ دہنی" کا الزام لگانا حد درجہ کی بے ہودگی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔

بات اصل میں یہ ہے۔ کہ آریہ صاحبان کو ہمارے متعلق یہ شکایت نہیں ہے۔ کہ ہم ان کے سوامی جی کے خلاف درشت کلامی سے کام لیتے ہیں۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ ہم ان کی شرم و حیا سے عاری اور ننگ انسانیت تعلیم و تلقین کو عام پبلک میں کیوں لاتے ہیں۔ اور کیوں ان باتوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جو سوامی جی کی خود نوشت کتب میں تو موجود ہیں۔ لیکن آریہ صاحبان انہیں پبلک میں لانے کے لئے تیار نہیں ہیں ؛

آریہ صاحبان اپنے سوامی جی کی تعلیم کو دُنیا کے سامنے پیش کرنے سے جس قدر ہچکچاتے اور خوف کھاتے ہیں۔ اس کا تازہ ثبوت یہ ہے۔ کہ "دیانند بھاؤ چتراولی" کے نام سے ایک چھوٹی سی کتاب جو ایک سناتنی صاحب نے آریوں کے جواب میں شائع کی ہے۔ اور جس میں سوامی جی کی تعلیمات کو تصویری طور پر بھی دکھایا گیا ہے۔ اس کے خلاف آریوں میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک سخت طوفان برپا ہو گیا ہے۔ بلاشبہ اس کتاب میں جو کچھ درج ہے۔ وہ ہر انسان کو

انگشت بدندان کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اور اس قدر انسانیت اور شرافت کے لئے بار ہے۔ کہ ہم اس میں سے بطور نمونہ بھی کچھ پیش کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں۔ کہ کوئی بات ایسی نہیں ہے۔ جو سوامی جی کے بیان کے خلاف ہو۔ اور ان کی اپنی کتب کے حوالہ کے ساتھ نہ درج کی گئی ہو۔

اس مختصر سی کتاب کے پڑھ لینے سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ دنیا کی مقدس اور پاکباز ہستیاں تو الگ رہیں سوامی جی کو ایک معمولی عقل و سمجھ معمولی چال چلن اور معمولی کریکٹر کے انسان سے بھی کیا نسبت ہے۔

علماء اور واعظین کا ایک ضروری فرض

ولائت کی تازہ خبروں میں ایک خبر یہ بھی شائع ہوئی ہے کہ لنڈن میں کلیساؤں نے متفقہ جلسہ کر کے اس میں ایک متفقہ ریزولیوشن پاس کیا۔ جس میں لنڈن کے اسقف اعظم کو اختیار دیا گیا۔ کہ وہ تمام کلیساؤں کی طرف سے حکومت اور ہڑتالیوں کے متعلق ایک مکتوب مصالحت شائع کرے۔ اس پر لاٹ پادری صاحب نے مکتوب تحریر کیا۔ اور "برٹش گزٹ" کے نام سے جو ہڑتال کے ایام میں اخبار جاری ہوا ہے۔ اس میں شائع ہونے کے لئے بھیجدیا۔ لیکن برٹش گزٹ کے ایڈیٹر مسٹر چرچل نے اسے شائع نہ کیا۔ اس کے متعلق دار العوام میں مسٹر لائڈ جارج نے بڑے جوش و خروش سے سوال کیا۔ کہ مقدس اسقف اعظم کا مصالحت نامہ کیوں نہیں شائع کیا گیا۔ اور کیوں اس کی تشہیر نہیں کی گئی۔ مسٹر چرچل نے اعتراف کیا۔ کہ واقعی اس مکتوب کی اشاعت نہیں کی گئی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ اس کی ذمہ داری اس پر نہیں۔ بلکہ پوسٹماسٹر جنرل پر عائد ہوتی ہے برٹش گزٹ میں عدم اشاعت کے متعلق یہ بھی کہا کہ یہ اخبار اہل ملک کو حالات حاضرہ سے آگاہ کرنے کے لئے اشاعت پذیر ہوتا ہے۔

آخر جب مسٹر لائڈ جارج نے بہت زور دیا۔ تو مسٹر چرچل نے اظہار معذرت کے بعد انہیں یقین دلایا۔ کہ اسقف اعظم کا مصالحت نامہ برٹش گزٹ میں ضرور شائع کر دیا جائے گا۔ چنانچہ کر دیا گیا۔

یورپ میں مذہب کو جس قدر وقعت دی جاتی ہے اور پھر مذہبی آدمیوں یعنی پادریوں کو سیاست میں دخل دینے کی جہاں تک اجازت دی جاتی ہے۔ ظاہر ہے۔ لیکن باوجود اس کے گورنمنٹ کے ایک وزیر کو لاٹ پادری صاحب کے مراسلہ کو جو ایک اہم سیاسی اور ملکی معاملہ کے متعلق تھا محض اشاعت کرنا پڑا۔ کیوں اس لئے کہ اگر یورپ کے لوگوں کے قلوب پر پادریوں کا مذہبی لحاظ سے کوئی قبضہ و تصرف نہیں رہا۔ تو اس لحاظ سے اب بھی قبضہ حاصل ہے۔ کہ وہ عوام کی ہمدردی اور خیر خواہی میں لگے رہتے۔ اور جہاں تک ان کی ہمت میں ہوتا ہے۔ امداد بہم پہنچاتے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے عوام ان کو اپنا سچا ہمدرد اور حقیقی خیر خواہ یقین کرتے ہیں۔ اور ان کی باتیں ماننے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اسی لئے حکومت کو بھی ان کے آگے جھکنا پڑتا ہے

اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے علماء کی حالت نہایت ہی عبرت ناک ہے۔ وہ اپنا سب سے بڑا فرض خوشی یا غمی کے موقعہ پر چند رسوم ادا کر دینا اور اپنا حصہ وصول کر لینا سمجھتے ہیں۔ اس بات کا انہیں وہم و خیال بھی نہیں آتا۔ کہ کوئی ایسا کام بھی کریں۔ جس سے عوام کو فائدہ حاصل ہو۔ اور وہ ان کے ممنون احسان ہو سکیں۔

طلباء مدرسہ احمدیہ کے ایک جلسہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے لنڈن کے اسقف اعظم کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اور یورپ کے پادریوں کی عوام کے متعلق ہمدردی اور دردمندی کا حوالہ دیتے ہوئے ان طلباء کو جو علماء بننے کی تیاری کر رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ کہ وہ ابھی سے اپنے دل میں بنی نوع انسان سے ہمدردی اور محبت۔ اس کے لئے ایثار اور قربانی اس کی خاطر اپنی طاقت اور ہمت صرف کرنا سیکھیں۔ تا دنیا یقین کر لے۔ کہ یہ ہمارے دلی ہمدرد اور خیر خواہ ہیں سچے دل سے ہماری بھلائی کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ اور ہماری خاطر اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال دیتے ہیں۔

ہماری جماعت کے علماء اور واعظین کو خصوصاً اور دیگر تمام افراد کو عموماً یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیئے کیونکہ اگر ہم ایسے کاموں میں لوگوں پر اپنا ہمدرد اور خیر خواہ ہونا ثابت کر دینگے۔ جو فوری فوائد کی وجہ سے جلدی ان کی سمجھ میں آسکتے ہیں۔ تو پھر ہم انہیں مذہب کے متعلق صحیح رستہ پر لانے میں بھی آسانی سے کامیاب ہو سکیں گے۔ اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ کہ جو شخص ہمیں دنیوی معاملات میں اپنا خیر خواہ یقین کرے۔ وہ مذہبی امور میں ہماری خیر خواہی سے اثر پذیر نہ ہو۔

سکھوں کا مسلمانوں پر جبر

چند ہی دن ہوئے سکھ معاصر "شیر پنجاب" نے مسلمانوں پر احسان جتاتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ کئی مقامات پر سکھوں نے اذانیں دینے اور مسجدیں بنانے کی اجازت دے دی ہے۔ اگر چند ایسے مقامات پر جہاں سکھوں نے بوجہ مسلمانوں کی قلت اور غربت کے سکھا شاہی اصول کے مطابق اذان کہنے اور مسجد بنانے میں رکاوٹ ڈال رکھی تھی۔ اور پھر اسے اٹھا دیا۔ تو اسے بطور احسان پیش کرنا تو الگ رہا۔ اس کا ذکر کرنا بھی سکھوں کے لئے مناسب نہ تھا۔ کیونکہ اس سے سوائے اس کے کہ سکھوں کے ایک ظالمانہ فعل کی یاد تازہ ہو۔ اور کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا لیکن سکھ معاصر نے اسے خاص کارنامہ کے طور پر پیش کیا۔ پھر اگر ہر گاؤں میں جہاں سکھوں کو اکثریت اور طاقت حاصل ہے۔ ان کی طرف سے اذان کہنے اور مسجد بنانے میں مزاحمت دور ہو جاتی۔ تو بھی ایک بات تھی۔ لیکن حیرت ہے۔ شیر پنجاب نے ایسے وقت میں مسلمانوں پر سکھوں کے اس احسان کا ذکر کیا۔ جبکہ کئی مقامات پر سکھوں نے سالہا سال کی تعمیر شدہ مسجدوں کو مسمار کر دیا۔ اور اذان کہنے سے روک دیا۔

چنانچہ ہمارے ایک نامہ نگار لکھتے ہیں۔ گذشتہ رمضان المبارک کی یکم تاریخ بمقام گڑھی ہیٹرانوالہ متصل بھٹنڈا ریلوے سٹیشن علاقہ پٹیالہ میں جہاں کے مسلمانوں کے صرف ۶ گھر ہیں اور سکھوں کے قریباً ۸۰ گھر۔ بوقت عشاء جبکہ مسلمان نماز تراویح سے فارغ ہو کر گھروں کو جا رہے تھے۔ تو سکھوں نے مسجد پر حملہ کر دیا۔ کچھ لوگ لاٹھیاں لے کر مسلمانوں کو روکنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور باقیوں نے مسجد کو گرا کر صاف میدان کر دیا۔ اب یہ مقدمہ عدالت میں چل رہا ہے۔

اسی قسم کی ایک تازہ واردات موضع بالی خورد متصل امرتسر کے متعلق ہو چکی ہے۔ جس کا ذکر گذشتہ پرچہ میں خبروں کی ذیل میں کیا گیا ہے۔

کیا ان حالات میں سکھوں کو حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں پر کسی قسم کا احسان جتلانے کی کوشش کریں۔ اس قسم کے مظالم کرنے والے سکھوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ کئی مقامات ایسے بھی ہیں۔ جہاں ان کے ہم مذہب لوگوں کی وہی حالت ہے۔ جو بعض مقامات پر مسلمانوں کی ہے۔ اگر وہ رواداری سے کام نہ لیں گے۔ تو اس سے اپنے ہم مذہبوں کیلئے بھی مشکلات پیدا کرنے کا موجب بنینگے۔

ذمہ وار سکھ اصحاب کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے اثر اور رسوخ سے کام لے کر اور دیہاتوں کے بے علم اور ضدی سکھوں کو سمجھا کر اس قسم کے افعال سے باز رکھیں۔ اور مسلمانوں کیساتھ بہتر تعلقات بنانے کی کوشش کریں۔ کیونکہ نہ صرف سکھ قوم مسلمانوں کے احسانات کی زیر بار ہے۔ بلکہ مسلمان حضرت باوا صاحب کو بھی

سیرت المہدی اور غیر مبایعین

(نمبر ۳)

(حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے قلم سے)

دوسرا اصولی اعتراض جو ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے سیرۃ المہدی کے متعلق کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ گو کتاب کے دیباچہ میں یہ لکھا گیا ہے۔ کہ فی الحال روایات کو صرف جمع کر دیا گیا ہے اور ترتیب اور استنباط واستدلال بعد میں ہوتا رہیگا لیکن عملاً خوب دل کھول کر بحثیں کی گئی ہیں۔ اور جگہ بجگہ استدلال واستنباط سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں :-

"مصنف صاحب کا دعویٰ ہے۔ کہ میں نے صرف روایات جمع کی ہیں۔ اور "ترتیب اور استنباط کا کام بعد میں ہوتا رہیگا" مگر اسی کتاب میں صفحوں کے صفحے مختلف کتابوں مثلاً براہین احمدیہ سیرۃ مسیح موعود مصنفہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم پنجاب چیفس اور مختلف اخبارات سے نقل کئے ہیں! اور مختلف مسائل پر خوب "استنباط" و "استدلال" سے کام لیا ہے۔ الخ"

اس اعتراض کے جواب میں سب سے پہلی بات جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ میں نے بہت سوچا ہے مگر میں یہ نہیں سمجھ سکا۔ کہ ڈاکٹر صاحب کا اس اعتراض سے منشاء کیا ہے۔ یعنی وہ کونسا علمی نکتہ ہے۔ جو اس اعتراض کے پیش کرنے سے ڈاکٹر صاحب موصوف پبلک کے سامنے لانا چاہتے ہیں۔ اگر میں نے یہ لکھا۔ کہ ترتیب واستدلال کا کام بعد میں ہوتا رہے گا۔ اور بفرض محال یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ اس سے میری مراد وہی تھی۔ جو ڈاکٹر صاحب نے قرار دی ہے اور پھر یہ بھی فرض کر لیا جائے۔ کہ میں نے اپنے اس بیان کے خلاف سیرۃ المہدی میں استدلال واستنباط سے کام لیا ہے پھر بھی میں سمجھتا ہوں۔ کہ ڈاکٹر صاحب کو چیں بجبیں ہونے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اور یہ ایسی بات ہرگز نہیں تھی۔ جسے ڈاکٹر صاحب اپنے اصولی اعتراضات میں شامل کرتے۔ میں اب بھی یہی کہوں گا۔ کہ میں ڈاکٹر صاحب کی نیت کے خلاف کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ لیکن اس قسم کی باتیں خواہ نخواہ طبیعت کو بدظنی کی طرف مائل کر دیتی ہیں۔ ناظرین غور فرمائیں کہ ایک طرف تو ڈاکٹر صاحب کو سیرۃ المہدی پر تنقید کرتے ہوئے اس کے اندر ایک خوبی بھی ایسی نظر نہیں آتی۔ جسے وہ اپنے مضمون میں درج کرنے کے قابل سمجھ سکیں۔ اور دوسری طرف اعتراضات کے مجموعہ کو دیکھا جائے تو ایسی ایسی باتیں بھی درج ہیں۔ جن کو علمی تنقید سے کوئی بھی واسطہ نہیں۔ اور غالباً صرف اعتراضات کی تعداد بڑھانے کے لئے ان کو داخل کر لیا گیا ہے۔ کیا یہ طریق عمل انصاف و دیانت پر مبنی سمجھا جا سکتا ہے؟ اگر میں نے یہ بات لکھی کہ اس کتاب میں صرف روایات جمع کر دی گئی ہیں۔ اور استدلال بعد میں کیا جائیگا اور پھر دوران تحریر میں میں نے کہیں کہیں استدلال سے کام لے لیا۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ حرج کونسا ہو گیا۔ اور وہ کونسا خطرناک جرم ہے۔ جس کا میں مرتکب ہوا ہوں۔ اور جسے ڈاکٹر صاحب قابل معافی نہیں سمجھ سکتے۔ اس تبدیلی کا اگر کوئی نتیجہ ہے تو صرف یہی ہے۔ کہ ایک زائد بات جس کا میں نے ناظرین کو وعدہ نہیں دلایا تھا۔ ایک حد تک ناظرین کو حاصل ہو گئی۔ میں نے روایات کے جمع کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور وہ وعدہ میں نے پورا کیا۔ استدلال و استنباط کی امید میں نے نہیں دلائی تھی۔ بلکہ اسے کسی آیندہ وقت پر ملتوی کیا تھا۔ لیکن بایں ہمہ کہیں کہیں ضرورت کو دیکھ کر یہ کام بھی ساتھ ساتھ کرتا گیا ہوں۔ گویا میرا جرم یہ ہے کہ جس قدر بوجھ اٹھانے کی ذمہ داری میں نے لی تھی۔ اس سے کچھ زیادہ بوجھ اٹھایا ہے۔ اور میرے اس جرم پر ڈاکٹر صاحب غضبناک ہو رہے ہیں! فرماتے ہیں :- "ایک طرف یہ سب بحثیں دیکھو اور دوسری طرف اس کتاب کے متعلق اس بیان کو دیکھو کہ استدلال کا وقت بعد میں آئے گا۔ تو حیرت ہو جاتی ہے" مکرم ڈاکٹر صاحب! بے شک آپ کو حیرت ہوتی ہو گی۔ کیونکہ آپ کے مضمون سے ظاہر ہے۔ کہ آپ کے سینہ میں قدر شناس دل نہیں ہے۔ ورنہ اگر کوئی قدر دان ہوتا تو بجائے اعتراض کرنے کے شاکر ہوتا۔

یہ تو میں نے صرف اصولی جواب دیا ہے۔ ورنہ حقیقی جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ استدلال و استنباط کے متعلق میں نے جو کچھ سیرۃ المہدی میں لکھا ہے۔ اس کا وہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔ جو ڈاکٹر صاحب سمجھے ہیں اور میں حیران ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے کس طرح میری عبارت سے یہ مطلب نکال لیا ہے۔ حالانکہ اس کا سیاق سباق صریح طور پر اس کے خلاف ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب جلد بازی سے کام نہ لیتے۔ اور میری جو عبارت ان کی آنکھوں میں کھٹکی ہے۔ اس سے کچھ آگے بھی نظر ڈال لیتے۔ تو میں یقین کرتا ہوں۔ کہ ان کی تسلی ہو جاتی۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے دل میں اعتراض کرنے کا شوق ایسا غلبہ پائے ہوئے ہیں کہ جونہی ان کو کوئی بات قابل گرفت نظر آتی ہے۔ وہ اسے لے دوڑتے ہیں۔ اور اس بات کی تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ اس کے آگے پیچھے بھی نظر ڈال لیں۔ میں ڈاکٹر صاحب کے اپنے الفاظ میں یہ تو نہیں کہنا چاہتا۔ کہ اس طرح وہ "سنت میں اپنا مذاق اڑواتے ہیں" مگر یہ ضرور کہوں گا۔ کہ یہ طریق انصاف سے بہت بعید ہے۔ میری جس عبارت کو لیکر ڈاکٹر صاحب نے اعتراض کیا ہے۔ وہ یہ ہے :- "میرے نزدیک اس وقت سب سے بڑی ضرورت یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جتنی بھی روایتیں جمع ہو سکیں۔ ان کو ایک جگہ جمع کر کے محفوظ کر لیا جائے۔ ترتیب و استنباط و استدلال کا کام بعد میں ہوتا رہیگا۔ کیونکہ وہ ہر وقت ہو سکتا ہے۔ مگر جمع روایات کا کام اگر اب نہ ہوا۔ تو پھر نہ ہو سکیگا۔" اس عبارت کو لیکر ڈاکٹر صاحب یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس میں ترتیب و استدلالات کے کام کو بعد کے لئے چھوڑا جانا بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ خود کتاب کے اندر جابجا استدلالات موجود ہیں۔ پس استدلالات کے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے۔ وہ ایک غلط بیانی ہے۔ اور گویا ناظرین کے ساتھ ایک دھوکا کیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں میں یہ عرض کر چکا ہوں۔ کہ اگر بالفرض اس عبارت کے وہی معنی ہوں۔ جو ڈاکٹر صاحب نے لئے ہیں۔ تو پھر بھی یہ کوئی غلط بیانی یا دھوکا بازی نہیں ہے۔ جو قابل ملامت ہو۔ بلکہ میرا یہ فعل قابل شکریہ سمجھا جانا چاہیئے۔ لیکن حق یہ ہے۔ کہ اس عبارت کے وہ معنی ہی نہیں ہیں۔ جو ڈاکٹر صاحب نے قرار دئے ہیں بلکہ اس میں صرف اس استدلال کا ذکر ہے۔ جس کی ضرورت ترتیب کے نتیجہ میں پیش آتی ہے۔ یعنی مراد یہ ہے۔ کہ اس مجموعہ میں ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ اور نہ وہ استدلالات کئے گئے ہیں۔ جو مختلف روایات کے ملانے اور ترتیب دینے کے نتیجہ میں ضروری ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ میرے الفاظ یہ ہیں :- "ترتیب واستنباط واستدلال کا کام بعد میں ہوتا رہے گا" جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہاں وہ استدلال مراد ہے۔ جو ترتیب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ نہ کہ وہ عام تشریحات جو انفرادی طور پر روایات کے ضمن میں دی جاتی ہیں۔ چنانچہ میرے اس دعوے کی دلیل وہ الفاظ ہیں۔ جو اس عبارت سے تھوڑی دُور آگے چلکر میں نے لکھے ہیں۔ اور جن کو ڈاکٹر صاحب نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں :-

"میں نے بعض جگہ روایات کے اختتام پر اپنی طرف سے مختصر نوٹ دئے ہیں۔ × × × × اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس مجموعہ کے جمع کرنے میں میرے سب کاموں سے یہ کام زیادہ مشکل تھا۔ بعض روایات یقیناً ایسی ہیں۔ کہ اگر ان کو بغیر نوٹ کے چھوڑا جاتا تو ان کے اصل مفہوم کے متعلق غلط فہمی پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ مگر ایسے نوٹوں کی ذمہ داری کلیتہً خاکسار پر ہے۔" (دیکھو عرض حال سیرۃ المہدی)

ان الفاظ کے ہوتے کوئی انصاف پسند شخص "استنباط واستدلال" سے وہ عام تشریحی نوٹ مراد نہیں لے سکتا جو انفرادی روایات کے متعلق بطور تشریح کے دئے جاتے ہیں۔ بلکہ اس سے وہی استدلالات مقصود سمجھے

جائیں گے۔ جن کی مختلف روایات کے ملانے اور ترتیب دینے کے نتیجہ میں ضرورت پیش آتی ہے۔ ناظرین غور فرمائیں۔ کہ ایک طرف تو میری طرف سے یہ نوٹ درج ہے۔ کہ ترتیب اور استنباط و استدلال کا کام بعد میں ہوتا رہے گا۔ اور دوسری طرف اسی جگہ میری یہ تحریر موجود ہے۔ کہ میں نے مختلف روایات کے متعلق تشریحی نوٹ دیئے ہیں۔ اب ان دونوں تحریروں کے ہوتے ہوئے جو میرے ہی ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک ہی کتاب کے عرض حال میں ایک ہی جگہ موجود ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا صرف ایک عبارت کو لے کر اعتراض کے لئے اٹھ کھڑا ہونا۔ اور دوسری عبارت کا ذکر تک نہ کرنا کہاں تک عدل و انصاف پر مبنی سمجھا جا سکتا ہے۔ میں نے اگر ایک جگہ یہ لکھا ہے۔ کہ میں نے اس کتاب میں استدلال نہیں کئے۔ تو دوسری جگہ یہ عبارت بھی تو میرے ہی قلم سے نکلی ہوئی ہے۔ کہ میں نے جا بجا تشریحی نوٹ دیئے ہیں۔ اس صورت میں اگر ڈاکٹر صاحب ذرا وسعت حوصلہ سے کام لیتے اور میرے ان "استدلالات" کو جو ان کی طبیعت پر گراں گذرے ہیں۔ وہ تشریحی نوٹ سمجھ لیتے۔ جن کا میں نے اپنے عرض حال میں ذکر کیا ہے۔ تو بعید از انصاف نہ تھا۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے میرے ساتھ معاملہ کرنے میں عدل و انصاف سے کام نہیں لیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ جہاں میں نے یہ لکھا ہے۔ کہ اس کتاب میں ترتیب و استنباط و استدلال سے کام نہیں لیا گیا۔ وہاں جیسا کہ میرے الفاظ سے ظاہر ہے وہ استدلالات مراد ہیں۔ جو مختلف روایات کے ترتیب دینے کے نتیجہ میں ضروری ہوتے ہیں۔ اور وہ تشریحی نوٹ مراد نہیں ہیں۔ جو انفرادی طور پر روایات کے ساتھ دیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ دوسری جگہ میں نے خود صاف لکھ دیا ہے۔ کہ میں نے جا بجا تشریحی نوٹ دیئے ہیں۔ امید ہے یہ تشریح ڈاکٹر صاحب کی تسلی کے لئے کافی ہوگی +

علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جہاں میں نے استدلال و استنباط کا ذکر کیا ہے۔ وہاں وہ استدلالات بھی مراد ہیں۔ جو واقعات سے سیرۃ و اخلاق کے متعلق کئے جاتے ہیں۔ یعنی منشاء یہ ہے۔ کہ جو روایات بیان کی گئی ہیں۔ اور جو واقعات زندگی ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں۔ ان سے بالعموم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ و اخلاق کے متعلق استدلالات نہیں کئے گئے۔ بلکہ ان کو صرف ایک مجموعہ کی صورت میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اور استدلال و استنباط کو کسی آئندہ وقت پر ملتوی کر دیا گیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ اس قسم کے استدلالات بھی ان تشریحی نوٹوں سے بالکل الگ حیثیت رکھتے ہیں۔ جو کہ روایات کے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے ساتھ ساتھ دیئے جاتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ جہاں میں نے یہ لکھا ہے۔ کہ استدلال و استنباط کا کام بعد میں ہوتا رہیگا۔ وہاں دو قسم کے استدلالات مراد ہیں۔ اول وہ استدلالات جن کی مختلف روایات کے ملانے اور ترتیب دینے سے ضرورت پیش آتی ہے۔ اور دوسرے وہ استدلالات جو روایات اور واقعات سے صاحب سیرۃ کے اخلاق و عادات کے متعلق کئے جاتے ہیں۔ اور ان دونوں قسم کے استدلالات کو میں نے کسی آئندہ وقت پر چھوڑ دیا ہے۔ والشاذ کالمعدوم۔ باقی رہے وہ تشریحی نوٹ جو مختلف روایتوں کے متعلق درج کئے جانے ضروری تھے۔ سو ان کو میں نے ملتوی نہیں کیا۔ اور نہ ہی ان کا ملتوی کرنا درست تھا۔ کیونکہ انہیں چھوڑ دینے سے غلط فہمی کا احتمال تھا جس کا بعد میں ازالہ مشکل ہو جاتا۔ اور اسی لئے میں نے عرض حال میں یہ تصریح کر دی تھی۔ کہ گو میں نے استدلالات نہیں کئے۔ اور صرف روایات کو جمع کر دیا ہے۔ لیکن جہاں جہاں کسی روایت کے متعلق تشریح کی ضرورت محسوس کی ہے وہاں ساتھ ساتھ تشریحی نوٹ درج کر دیئے ہیں مگر افسوس ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے استدلال و استنباط اور تشریحات میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے مجھے اپنے اعتراض کا نشانہ بنا لیا ہے۔ ہاں بے شک میں نے ایک دو جگہ بعض بحثیں بھی کسی قدر طول کے ساتھ کی ہیں۔ لیکن ان بحثوں کو استدلالات اور تشریحات ہر دو کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کیونکہ نہ تو وہ استدلال کہلا سکتی ہیں۔ اور نہ ہی تشریح کا مفہوم ان پر عائد ہوتا ہے۔ بلکہ وہ ایک الگ مستقل چیز ہیں۔ جن کی ضرورت کو محسوس کر کے میں نے انہیں درج کر دیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان بحثوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ و سوانح کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ اور آپ کے مقام کو کما حقہ سمجھنے کے لئے ان کا جاننا ضروریات سے ہے۔ مثلاً یہ سوال کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تعلیم و تربیت کے ماتحت کیسی جماعت تیار کی ہے۔ ایک نہایت ہی ضروری سوال ہے۔ جسے کوئی دانشمند مورخ آپ کی سیرۃ سے خارج کرنے کا خیال دل میں نہیں لا سکتا۔ بے شک ڈاکٹر صاحب موصوف یا کوئی اور صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو خیال ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ درست نہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم و تربیت کا اثر کوئی خاص طور پر اچھا نہیں ہے۔ بلکہ معمولی ہے۔ لیکن اسبات کو بہر حال تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ یہ بحث آپ کی سیرۃ سے ایک گہرا تعلق رکھتی ہے۔ جسے کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا +

اس بحث کو ختم کرنے سے قبل میں ڈاکٹر صاحب کے اس اعتراض کے ایک اور حصہ کی طرف بھی ناظرین کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں :-

"مصنف کا دعویٰ ہے۔ کہ میں نے صرف اس میں روایات جمع کی ہیں۔ اور ترتیب اور استنباط و استدلال کا کام بعد میں ہوتا رہیگا۔ مگر اسی کتاب میں صفحوں کے صفحے مختلف کتابوں مثلاً براہین احمدیہ سیرۃ مسیح موعود مصنفہ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم پنجاب چیفس اور مختلف اخبارات سے نقل کئے ہیں۔ ... الخ"

گویا کتابوں اور اخباروں کی عبارتیں نقل کرنے کو ڈاکٹر صاحب استدلال و استنباط قرار دیتے ہیں۔ مگر میں حیران ہوں۔ کہ کسی کتاب یا اخبار سے کوئی عبارت نقل کرنا استدلال و استنباط کے حکم میں کیسے آسکتا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی کے حالات اپنی کسی کتاب میں درج فرمائے۔ اور میں نے وہ حصہ سیرۃ المہدی میں درج کر دیا یا پنجاب چیفس میں جو حالات آپ کے خاندان کے درج ہیں وہ میں نے اپنی کتاب میں درج کر دیئے یا کسی اخبار میں کوئی ایسی بات مجھے ملی جو آپ کی سیرت سے تعلق رکھتی تھی۔ اور اسے میں نے لے لیا۔ تو میرا یہ فعل استدلال و استنباط کیسے بن گیا؟ میں واقعی حیرت میں ہوں۔ کہ اس قسم کی عبارتوں کے نقل کرنے کا نام ڈاکٹر صاحب نے کس اصول کی بنا پر استدلال و استنباط رکھا ہے۔ اور دنیا کی وہ کونسی لغت ہے۔ جو اقتباس درج کرنے کو استدلال و استنباط کے نام سے یاد کرتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ڈاکٹر صاحب کے قلم سے یہ الفاظ جلدی میں نکل گئے ہیں۔ اور اگر وہ اپنے مضمون کی نظر ثانی فرمائیں۔ تو وہ یقیناً ان الفاظ کو خارج کر دینے کا فیصلہ فرمائینگے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی نہیں غور کیا۔ کہ میرے جس فعل پر ان کو اعتراض ہے وہ ایسا فعل ہے۔ کہ جسے میں نے اپنی کتاب کے شروع میں اپنے فرائض میں سے ایک فرض اور اپنے اغراض میں سے ایک غرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ میرے الفاظ یہ ہیں:

"میرا ارادہ ہے واللہ الموفق۔ کہ جمع کروں اس کتاب میں تمام وہ ضروری باتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے متعلق خود تحریر فرمائی ہیں۔ اور وہ جو دوسروں نے لکھی ہیں۔ نیز جمع کروں تمام وہ زبانی روایات .. الخ"

اس عبارت سے پتہ لگتا ہے۔ کہ میں نے اپنے سامنے صرف زبانی روایات کے جمع کرنے کا کام نہیں رکھا۔ بلکہ تمام متعلقہ تحریرات کے تلاش کرنے اور ایک جگہ جمع کر دینے کو بھی اپنی اغراض میں سے ایک غرض قرار دیا ہے۔ اندریں حالات میں نہیں سمجھ سکا۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے میرے عبارتوں کے نقل کرنے کے فعل کو کس اصول کے ماتحت جرم قرار دیا ہے۔ مکرم ڈاکٹر صاحب مجھے معاف فرمائیں۔ مگر میں پھر بھی کہوں گا۔ کہ گو میں آپ کی نیت پر حملہ نہیں کرتا۔ لیکن آپ کی تنقید کسی طرح بھی عدل و انصاف پر .....

صداقت مسیح موعود پر عیسائیوں سے مباحثہ

عیسائیوں کا فرار

ناظرین کرام کو یاد ہوگا۔ کہ ۱۶ر فروری کے الفضل میں میری طرف سے مسیحی صاحبان کو ایک چیلنج دیا گیا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ کچھ دنوں سے مسیحی واعظوں نے مسیح محمدیؐ کے ادنیٰ خادموں سے پناہ لینے کے لئے یہ طریق اختیار کیا تھا کہ ہر جگہ نبوت مسیح موعودؑ پر مباحثہ کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کرتے تھے۔ میں نے اس تنازع کے تصفیہ کے لئے ایک نہایت آسان طریق پر دعوت دی۔ اور وہ یہ کہ آپ لوگوں نے جن معیاروں سے پہلے نبیوں کو یا پہلے خدا تعالیٰ کے مرسلین کو مانا ہے یا خود حضرت مسیح کو مانا ہے۔ انہی معیاروں پر میں حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہوں۔ یہ مقابلہ تحریری ہوگا۔ اگر مسیحی مناظروں کے اندر سچائی کی تڑپ ہوتی۔ تو فوراً اس چیلنج کو قبول کر کے مجھ سے دلائل کا مطالبہ کرتے۔ مگر جب ایک مہینہ گذر گیا۔ اور کسی مسیحی کی طرف سے اس کا جواب نہ ملا۔ تو ایڈیٹر صاحب نور افشاں نے اپنے اخبار میں اس چیلنج کو شائع کر کے اپنے مسیحی لوگوں سے دوبارہ اپیل کی۔ مگر نتیجہ یہ ہوا۔ کہ پھر بھی کسی مناظر کو طریق مذکورہ پر تحریری مناظرہ کی جرأت نہ ہوئی۔ جس پر نور افشاں کو اس طرح اپنی ندامت پر پردہ ڈالنے کی ضرورت پیش آئی

"افسوس ہمعصر الفضل کے چیلنجز کسی صورت میں کسی مسیحی کے قابل توجہ نہیں ہیں۔ جس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ چیلنجز خلیفہ ثانی کی طرف سے نہیں ہیں۔ دوسری وجہ نامنظوری کی یہ ہے۔ کہ چیلنجز دینے والے اصحاب نے بھی مسیحیوں کو چیلنج خلیفہ صاحب کی منظوری سے نہیں دیئے۔ ہمیں اس بات کا علم ہے۔ کہ کسی احمدی کو بغیر منظوری خلیفہ ثانی ایسے چیلنجز دینے کا ہرگز اختیار نہیں۔ جو احمدیت کے حق و باطل ہونے کے متعلق ہوں۔ تیسری وجہ نامنظوری کی یہ ہے۔ کہ چیلنجز میں نبوت مرزا اور حیات مسیح کو زیر بحث لانے کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ دونوں باتیں غیر احمدی مسلمانوں اور احمدیوں میں زیر بحث ہیں ان سے مسیحیوں کا تعلق ہی نہیں" (نور افشاں - ۲ر اپریل)

یہ ہر سہ وجوہات جس قدر نامعقول ہیں۔ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ہاں اتنا بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ایڈیٹر صاحب کی اس تحریر نے ظاہر کر دیا کہ مسیحی مناظر یا وہ لوگ جو مسیحی دنیا میں بڑے پایہ کے سمجھے جاتے ہیں۔ وہ صحیح و معقول بات کا اندازہ کرنے کی بجائے غیر معقول اور غیر متعلق باتوں میں الجھنا ہی اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر ذویمر نے حیات مسیح کا ادعا کیا (نور افشاں یکم جنوری ۱۹۲۶ء) اس پر ہماری طرف سے جناب یسوع کی زندگی کا ثبوت مانگا گیا۔ تو جواب ملا۔ کہ حیات مسیح کا تعلق مسیحیوں سے نہیں۔ گویا بے تعلق مسئلہ پر ناز کیا گیا تھا۔ پادری عبدالحق صاحب نے اپنے عمل اور مباحثات سے اور خود نور افشاں کے ایڈیٹر صاحب نے اپنی تحریر سے تمام مسیحیوں کو احمدیوں کے ساتھ نبوت مرزا صاحب پر بحث کرنے کی تحریک کی (نور افشاں ۱۲ر فروری کالم ۳ صفحہ ۴) لیکن جب میں نے اسی مضمون پر ایک احسن طریق سے مناظرہ کی دعوت دی۔ تو لکھ دیا۔ کہ نبوت مرزا صاحب کا مضمون غیر احمدی مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے۔ مسیحیوں کا اس سے کیا تعلق۔
چہ خوش گفت عبریں عقل و دانش بباید گریست ؎

ایک اور صاحب جو غالباً عملہ نور افشاں کے رکن رکین ہیں۔ وہ آج سے کئی سال پہلے مناظرہ امرتسر (جو عبداللہ آتھم اور حضرت صاحب میں ہوا تھا) کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"جب مرزا صاحب کی مسیحائی کی شان ہم نے امرتسر میں دیکھ لی۔ اور ساری دنیا کو بھی دکھا دی۔ تو وہ کونسی نئی بات ہے۔ جو احمدی دوست ہمیں سنانا اور سمجھانا چاہتے ہیں۔ جب مرزا جی ہمیں اپنی زبانی اپنی مسیحائی نہ سمجھا سکے۔ تو یہ آج یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی سند رکھنے والے کون ہیں۔ جو مرزا صاحب کو مسیح موعود بنا سکیں" (نور افشاں مذکور)

ناظرین غور کریں۔ عیسائی صاحبان ہمارے چیلنجز سے ایسے سٹ پٹا گئے ہیں۔ کہ پرانی ضربیں جو امرتسر میں ان کو لگی تھیں۔ وہ بھی یاد آگئیں۔ واقعی وہ کاری زخم تھے۔ کہ دنیا میں جب تک تحریر کا سلسلہ رہے گا۔ اس تحریری مباحثہ کو پڑھکر عیسائیوں کی صداقت کا دنیا کو پتہ لگ جائے گا مگر میں کہتا ہوں۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی یہودی ان عیسائی صاحبوں کو کہے ہم نے آج سے انیس سو سال قبل واقعہ صلیب سے یسوع مسیح کی مسیحائی خدائی مقدس کو تین دن میں ڈھا کر بنا دینا دیکھ لیا ہے۔ آج سے یہ بے سند پادری جو کوئی نمونہ بھی اپنی صداقت کا نہیں دکھلا سکتے۔ وہ کیا ان کی مسیحائی ثابت کرینگے۔ اس کے بعد سیالکوٹ میں جناب مفتی محمد صادق صاحب کے تشریف لے جانے کا واقعہ لکھ کر اور اپنے لایعنی چیلنجز کا ذکر کر کے ہنسی اڑائی ہے۔ جس کے جواب میں صرف اتنا عرض ہے۔ کہ اگر آپ لوگوں کو واقعی یسوع مسیح پر ایمان ہے۔ تو وہ تمام تحریریں بلا کم و کاست نور افشاں میں چھاپ دیں۔ پبلک خود آپ کے چیلنجز کی حقیقت معلوم کر لیگی۔ ساتھ ہی اتنا بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ جناب مفتی صاحب کا واقعہ بار بار لکھا جاتا ہے۔ حالانکہ اسوقت مباحثہ نہیں ہوا تھا۔ مگر میرے والا واقعہ کیوں نہیں لکھتے۔ جب کہ پادری سلطان محمد پال اور پادری عبدالحق صاحب نے سیالکوٹ میں چودہ لیکچرز اور اتنے ہی مباحثات کا اعلان کیا۔ مگر صرف چھ مناظرے ہوئے تھے۔ کہ وہ بھاگ گئے۔ پھر وہ مناظرے بھی ایسے کہ کسی میں ۲۵ منٹ قبل میدان چھوڑا۔ کسی میں پہلی دس منٹ کی تقریر سے دم بخود ہو کر بوریا بستر اٹھا لیا۔ اور کسی میں اعلان کر دیا۔ کہ اپنا بشارتی جلسہ نہ کرنا منظور ہے۔ مگر مناظرہ کرنا منظور نہیں ؎

پس یاد رکھئے۔ ایسی بے ہنگم باتوں سے ہمارے چیلنجز کا بوجھ آپ کی گردن سے نہیں اتر سکتا۔ یا تو منظور کیجئے۔ اور ثبوت کے میدان میں اتریئے۔ یا پھر آیندہ کے لئے آپ اپنی تمام انجمنہائے میں دوبارہ اعلان کر دیں۔ کہ احمدیوں سے اس مضمون پر کبھی مباحثہ نہیں کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ پہلے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں آپ لوگوں کے بڑے بشپ نے ہدایت دے دی ؎

خاکسار غلام احمد۔ بدوملہوی ؎

امن کی حالت میں وصیت لکھنے والے کا درجہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالہ الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں ؎

"ہر ایک صاحب جو حسب شرائط متذکرہ بالا کوئی وصیت کرنا چاہیں تو انکی وصیت پر عملدرآمد انکی موت کے بعد ہوگا۔ لیکن وصیت کو لکھ کر اس سلسلہ (احمدیہ) کے امین مفوض الخدمت کو سپرد کرنا لازمی ہوگا۔ اور ایسا ہی چھاپکر شائع کرنا بھی۔ کیونکہ موت کے وقت اکثر وصایا کا لکھنا مشکل ہو جاتا ہے اور چونکہ آسمانی نشانوں اور بلندی کے دن قریب ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسے وقت میں وصیت لکھنے والا بہت درجہ رکھتا ہے جو امن کی حالت میں وصیت لکھتا ہے۔ اور اس وصیت کے لکھنے میں جن کا مال دائمی مدد دینے والا ہوگا انکو دائمی ثواب ہوگا۔ اور خیرات جاریہ کے حکم میں ہوگا"؎

اخبار کشمیری کا کانفرنس نمبر

منشی محمد الدین صاحب فوق پرانے اخبار نویس ہیں۔ تصنیف و تالیف کی دنیا میں انکے کارنامے شہرہ آفاق ہیں۔ حال ہی میں آپنے اخبار کشمیری کا کانفرنس نمبر شائع کیا ہے۔ جسمیں مشاہیر کشمیر کے تاریخی حالات دیئے ہیں۔ جو ہر قوم کے فرد کے لئے سبق آموز اور حوصلہ افزا ہیں۔ اور اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ خدا نے کشمیری قوم میں کیسے کیسے قابل مرد

مجلس میں استغفار پڑھنے کی حکمت

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مجلس میں ستّر بار استغفار پڑھا کرتے تھے۔ اور صحابہ کرام کو بھی اس کے پڑھنے کی تاکید فرماتے۔ استغفار کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اے اللہ! میرے گناہ بخش۔ ان معانی کو مدنظر رکھتے ہوئے عیسائی محققین یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ نبی کریمؐ نے اپنی پہلی زندگی میں بہت گناہ کئے تھے۔ تبھی تو وہ مرتے دم تک ان کی معافی کراتے رہے۔ مگر ان کا یہ اعتراض سخت جہالت اور زبان عربی سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ استغفار کے لغوی معنی ہیں۔ پردہ ڈالنا۔ اور یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تو پچھلے گناہوں کی معافی کے لئے اور دوسرا اس لئے ہوتا ہے۔ کہ گناہ پیدا ہی نہ ہو۔ اور اس کے پڑھنے کی حقیقی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ اے اللہ! بدی کو مجھ سے دور رکھ۔ اور گناہ کو میرے قریب ہی نہ آنے دے۔ اور مجھ کو آئندہ گناہ سے بچانا۔ انبیاء علیہم السلام کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے۔ پس نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار کی حقیقی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے ستّر بار اس کا وظیفہ کیا کرتے تھے۔ اور مجلس میں بھی پڑھتے تھے۔ ستّر بار عربی زبان کا محاورہ ہے۔ جس کے معنے کثرت کے ہیں۔ اس لئے ستّر بار پڑھنے سے مراد یہ ہے۔ کہ کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

اب رہا یہ سوال۔ کہ مجلس میں استغفار کیوں پڑھا کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ نبی کریمؐ مجلس میں استغفار اس لئے پڑھتے تھے۔ کہ صحابہ کرام کو بد لوگوں کے خیالات کی مخفی رو کے اثر سے بچانا چاہتے تھے۔ گناہ کے کئی منبع ہیں۔ جنہیں سے موٹے موٹے یہ ہیں۔ جہالت یا عدم علم۔ غلط تعلیم۔ صحبت کا اثر۔ عادات سُستی اور غفلت۔ قوت ارادی کی کمزوری۔ عدم موازنہ وغیرہ۔

ان کے علاوہ ایک اور منبع گناہ کا ہے۔ جو سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ وہ بہت مخفی ہے۔ اور بہتوں کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ وہ اس زمانہ کے خیالات کی مخفی رو ہے۔ جس کا اثر بد صحبت سے ہوتا ہے اور صرف پاس بیٹھنے سے ہی دل میں گندے خیالات پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ اثر ایسا مخفی ہوتا ہے۔ کہ اس کے لئے کلام کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف آنکھ (نظر) یا چھونے یا پاس بیٹھنے سے ہی اس کا اثر پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علم النفس کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے۔ کہ قلب غیر عامل میں اثر ڈالنے اور اثر قبول کرنے کی ایک مخفی مگر بڑی زبردست طاقت ہے۔ جس کے ذریعہ ایک شخص جس کی قوت ارادی مضبوط ہو۔ دوسرے شخص پر جس میں یہ قوت کم ہو۔ اپنا اثر ڈال سکتا ہے۔ اور صرف توجہ سے یہ اثر پڑ سکتا ہے۔ غرضیکہ اسی طرح ایک شخص کے اچھے یا بُرے خیالات کا اثر دوسرے شخص پر ایک مخفی رَو کے ذریعہ پڑتا رہتا ہے۔ اس کے ثبوت میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:۔

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک سکھ لڑکا گورنمنٹ کالج میں پڑھا کرتا تھا۔ اسکو حضرت صاحب سے عقیدت تھی اور کبھی کبھی دعا کے لئے لکھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے لکھا کہ میرے دل میں دہریت کے خیال پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں حضرت صاحب نے حضرت خلیفہ اول رضؓ سے فرمایا۔ کہ اسکو لکھ دو۔ کہ اپنی جگہ بدل دو چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور اسکے خیالات پھر درست ہو گئے اور بعد میں اس نے بیان کیا۔ کہ جس جگہ میں بیٹھا کرتا تھا۔ اسی بنچ پر ایک دہریہ لڑکا بھی بیٹھتا تھا۔ اس کے ساتھ میں نے کبھی مذہبی گفتگو نہ کی تھی۔ صرف پاس بیٹھنے سے ہی میرے دل پر اس کے خیالات کا اثر ہونا شروع ہو گیا۔ مگر جب میں نے جگہ بدل لی۔ تو اس کے خیالات کا اثر مٹ گیا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ صرف پاس بیٹھنے سے ہی خیالات کا اثر کمزور طبائع پر ہو جاتا ہے۔

(۲) عمل مسمریزم کا یہی اُصول ہے کہ توجہ ڈالکر اپنا اثر دوسرے پر ڈالا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھ کو بھی یہ علم آتا ہے۔ اور ایک دن گھر میں یہ بات چل پڑی۔ اور میں نے بتایا۔ کہ توجہ سے ایسا ممکن ہے۔ گھر والوں نے کہا کہ ہم نہیں مانتے۔ اگر یہ درست ہے۔ تو ہمیں کر کے بتاؤ۔ چنانچہ میں نے ایک چڑیا جو دیوار پر بیٹھی تھی۔ اسکی طرف توجہ کی۔ اور ہاتھ بڑھا کر اسکو پکڑ لیا۔ مگر جب ہاتھ اس کے اور میری آنکھوں کے درمیان آگیا تو توجہ کا اثر ہٹ گیا۔ اور وہ ہاتھ سے نکلکر اُڑ گئی۔

(۳) جانوروں میں بھی یہ بات دیکھی گئی ہے کہ ایک کے خیالات کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے۔ چنانچہ بلیوں کی لڑائی میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک بلی غرّاتی ہے۔ اور دوسری اس کی طرف دیکھ کر بغیر مقابلہ کئے چلی جاتی ہے۔ یہ توجہ ہی کا اثر ہے۔ جو طاقتور کا کمزور پر پڑتا ہے۔ اسی طرح چڑیا خانوں میں شیروں کو اکٹھا کیا گیا۔ ایک شیر کھڑا رہا اور باقیوں نے بغیر مقابلہ کئے دُمیں ڈال دیں۔ اور یہ اثر نہ صرف وقتی تھا۔ بلکہ آئندہ بھی جب کبھی ان کو گوشت ڈالا جاتا تو پہلے وہ شیر کھاتا اور بعد میں دوسرے کھاتے۔

(۴) ایک سیاح بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک گلہری بے تحاشا دوڑ رہی ہے۔ اور آگے آگے جا رہی ہے۔ دوسری طرف دیکھا۔ تو ایک سانپ تھا۔ جو اسی گلہری پر اپنا اثر ڈالکر اسکو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔

نبی کریمؐ کی مجلس میں استغفار پڑھنے میں بھی یہی حکمت تھی کہ وہ ان مخفی خیالات کی مخفی رو سے محفوظ رہنا چاہتے تھے۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام شیطان کے مس سے بکلی پاک ہوتے ہیں۔ اور ان پر گندے لوگوں کے خیالات کا اثر نہیں پڑ سکتا۔ مگر ان لوگوں کو بدی سے اسقدر نفرت ہوتی ہے۔ کہ وہ اس کا پاس آنا بھی پسند نہیں کرتے پھر ہم کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ صرف اپنے آپ کو بچانے کے لئے ایسا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ اپنی اُمت کے فائدہ کے لئے پڑھا کرتے تھے۔ اور صحابہ کو منافقوں کے بد خیالات سے بچانے کے لئے ایسا کرتے تھے۔ نبی کریمؐ کے بعض افعال ایسے تھے۔ جو انکی اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ اپنی امت کے فائدہ کے لئے اور ان کے لئے بطور نمونہ تھے۔ کیونکہ ہمارے لئے ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے ماتحت نبی کریمؐ ایک کامل نمونہ تھے۔

پس نبی کریمؐ مجلس میں ستّر بار استغفار اسی لئے پڑھتے تھے کہ ہم کو نمونہ بنا کر سمجھائیں۔ کہ اس میں فائدہ ہے۔ اور نیز اس لئے کہ صحابہ کرام کو منافقوں کے اثر سے بچائیں۔ گویا منافقوں کے گندے خیالات کی رو کے مقابلہ میں نبی کریمؐ استغفار کی ایک مقدس رو چلاتے تھے جو اس گندی رو سے ٹکرا کر اس کے مُضر اثر کو زائل کر دیتی تھی۔ اور اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے ہم کو بھی تاکید کی کہ جب کسی مجلس میں بیٹھو۔ تو ستّر بار استغفار پڑھو۔ معلوم ہوا کہ ان خیالات کا اثر ڈالنے کے لئے کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف توجہ اور نظر اور چھونے سے اثر منتقل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے نامحرم عورت کو دیکھنے اور اس سے مصافحہ کرنے سے منع کیا ہے۔ ہاں ضرورۃً کلام کرنا جائز رکھا ہے۔ عورت میں قوت مؤثرہ کم ہوتی ہے۔ اور قوت متاثرہ زیادہ ہے۔ اسی واسطے وہ مرد کے بُرے خیالات کے اثر کو جلدی قبول کر لیتی ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ کمزور ہوں (یعنی جن کی ایمانی حالت کمزور ہو) انکو منافق لوگوں کی صحبت میں نہیں جانا چاہیئے اور اگر کبھی جانا پڑ جائے تو کثرت سے استغفار پڑھتے رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ انکو مخالفین کے بد اثر سے محفوظ رکھے۔ ہاں جن کی ایمانی حالت مضبوط ہو۔ اور قوت مؤثرہ زیادہ ہو۔ وہ بیشک مخالفین کی صحبت میں جائیں تاکہ ان کے خیالات کا اثر دوسروں پر پڑے۔ مگر انکو بھی بطور حفظ ماتقدم استغفار کا وظیفہ کرنا لازمی ہے۔

جہاں مخالفین کی مجلس میں بیٹھنے سے ان کا بد اثر مخفی رو کے ذریعہ پڑ سکتا ہے۔ وہاں انبیاء۔ خلفاء اور صلحاء کی مجلس میں بیٹھنے سے ان کے نیک خیالات کا پاکیزہ اثر بھی مخفی طور پر پڑتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ قادیان بار بار آنے اور صحبت میں بیٹھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ لوگ ان پاکیزہ اثرات کی مخفی رو سے مستفید ہو سکیں۔ ان لوگوں کی صحبت میں صرف بیٹھنے سے بھی انسان کی اصلاح بہت حد تک ہو سکتی ہے خواہ وہ ایک لفظ بھی اس سے مخاطب ہو کر نہ کہیں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف بیٹھے رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب باتیں اور لوگ کر رہے ہیں تو ہم کو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ مگر انکو معلوم نہیں کہ صرف پاس بیٹھے رہنے سے بھی پاکیزہ خیالات کی مخفی رو ان کے قلب غیر عامل پر ایک گہرا نقش کر سکتی ہے پس لازم ہے کہ ہم لوگ ان مقدس انسانوں کی صحبت سے مستفید

اقتباسات

عورتوں کے متعلق آریوں کی تعلیم

یوں تو دیانندی ٹولہ سیتا۔ ساوتری اور گئے گذرے زمانہ کی جمنا وغیرہ استریوں کے پتی ورت دھرم کی سراہنا کرتے کرتے پلیٹ فارم توڑ دیتا ہے۔ پر ان عقل کے پتلوں کو یہ خیال بھی نہیں آتا۔ کہ استریاں جس زمانہ میں تھیں۔ اس وقت سوامی دیانند کی الٹی پکار یعنے عورتوں کا آزاد کرنا۔ کنیاؤں کو فری ڈم۔ ماں باپ کوئی ذات پات کچھ نہیں۔ جو پسند ہو۔ چھانٹ لو۔ نہ رہا جائے تو نیوگ کرلو۔ وغیرہ وغیرہ شکشا کا سپنے میں بھی خیال کسی کو نہ تھا۔ جو آج دیانندی پاٹھ شالاؤں میں کھلی آزادی سے شکشا دی جا رہی ہے ۭ

(سناتن دھرم پرچارک مورخہ ۱۶ رمارچ سنہ ۱۹۲۶ء)

سوامی دیانند جی کو مرلی منوہر کا خطاب

رائے بہادر سیتا دہلی میں پوجیہ مالوی جی نے آریہ سماج کے پلیٹ فارم پر تقریر کرتے ہوئے پورانوں کی تعریف کی بس ہی کیا تھا۔ دوسرے دن مہاشہ کرشن نے پورانوں کے برخلاف زہر اگلنا شروع کردیا۔ اور فرمایا کہ آخر سب لوگ آنند کند مرلی منوہر سیجے گوپال بھگوان دیانند کی جے مناد ینگے۔ آنند کند بھگوان گوپال تو "کاپڑی" جی عرصہ دراز سے بن گئے ہیں۔ لیکن "مرلی منوہر" اب نیا خطاب دیا گیا ہے ۭ

بھگوان کرشن کو "بنسری" کی وجہ سے "مرلی منوہر" کہا جاتا ہے۔ لیکن بھگوان دیانند کو یہ خطاب کیوں دیا گیا۔ یہ سمجھ نہیں آتی۔ لیکن اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں۔ کہ بھگوان کے پاس ایسی لاثانی شکتی تھی۔ جس سے وہ "ننھی جان" اور "رما بائی" جیسی "ناریوں" کو "چیلی" بنا لیتے تھے۔ وہ طاقت کیا تھی اس پر کوئی دیانندی روشنی ڈالے تو اچھا ہوگا۔

(جاگیرت ۱۷ رمارچ سنہ ۱۹۲۶ء)

پورانک رتن

مالویہ جی نے دہلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ پورانوں میں رتن بھرے پڑے ہیں۔ اس لئے ہم ان رتنوں کو ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں۔ اس لیکھ میں صرف بھوشیہ پوران کے کچھ رتن ہیں۔

کمل کی اتپتی۔ کملوں کے پھول گنؤ کے گوبر سے پیدا ہوئے ہیں۔ (برہم پرب ادھیائے ۱۸۹ اشلوک ۵۳)

بل وگوگل۔ گائے کے گوبر سے شری مان بل برکھش پیدا ہوا۔ گنؤ کے موتر سے گوگل پیدا ہوا۔ جو بڑا پوتر اور سگندھی والا ہے۔ (اتر پرب ادھیائے ۶۹ شلوک ۱۰-۱۱)

تل ماش وکشا۔ کرشن نے کہا۔ ہے یدھشٹرا پہلے مدھو تھا۔ کوٹھ نام کے دتی کے دو پتر تھے۔ ان میں سے مدھو کے ساتھ وشنو کا گھور یدھ ہوا۔ ہزاروں برس تک بھی وہ دانو نہیں مرا۔ تب کرودھ سے وشنو کو بہت سا پسینہ آیا۔ جب یہ پسینہ چھینٹے ہو کر زمین پر گرا۔ اس سے تل ماش وکشا پیدا ہوئی (اتر پرب ادھیائے ۱۳۸ اشلوک ۲۳-۲۵) ۭ

لوہا۔ پہلے لوہ نام کا ایک بلوان دانو تھا۔ یدھ میں کرودھ ہوئے۔ دیوتاؤں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ یہ پرتھوی پر جو لوہا نظر آتا ہے۔ وہ سب اس کے رنگ سے پیدا ہوا ہے ۭ (آریہ ویر ۲۲ رمارچ سنہ ۱۹۲۶ء)

مندر اور سرکاری افسر

مدورا کے مندر میں ایک بہت بڑے ہندو سرکاری آفیسر دیو درشن کے لئے گئے۔ پجاریوں نے دہلیز تک نہ بڑھنے دیا۔ بچارے واپس آگئے۔ اگلے روز صوبہ کے انگریز گورنر نے مندر دیکھنا چاہا۔ سر رہا۔ ۔ بھی ساتھ ہولئے کسی نے نہ روکا۔ گورنر صاحب کیا ہوئے۔ پتر تی ندی ہو گئے اچھو تو! بڑا اچھا نسخہ ہے۔ مسلمان یا عیسائی ہونے کی ضرورت نہیں۔ سر پر ہیٹ، منہ پر پوڈر۔ پاؤں میں جوتہ، ہاتھ میں ہنٹر، دیو درشن کر لیا کرو۔ پجاری جی مہاراج پھر اعتراض نہیں کرینگے ۭ (تیج ۲۴ رمارچ سنہ ۱۹۲۶ء)

مذہب کے نام سے بدامنی

مذہب روح کی تسکین اور دنیا میں امن وشانتی پھیلانے کے لئے ہے۔ مگر آہ کہ آج ہندوستان کی سرزمین پر جس قدر اور جتنے فساد برپا ہوتے ہیں۔ سب اسی مذہب کے نام سے ہوتے ہیں۔ گویا اب مذہب کا کام اس دنیا میں صرف یہ رہ گیا ہے۔ کہ خدا کی مخلوق اور آدم کی اولاد کو آپس میں لڑا لڑا کر تباہ کردے۔ مذہب کا نام لے کر آج اس طرح ہندو مسلمان لڑتے ہیں۔ جیسے جنگل کے درندے ایک دوسرے کو چیر پھاڑ ڈالتے ہیں۔ وہ لوگ جو عوام کو بھڑکا دیتے ہیں۔ اور مذہب کے نام پر غلط طور سے اپیل کر کے ان کے جذبات کو برانگیختہ کرتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ فتنہ وفساد کی شکل میں نکلتا ہے۔ انہیں شاید یہ معلوم نہیں۔ کہ وہ بجائے اپنی قوم اور اپنے مذہب کی کوئی خدمت انجام دینے کے اس طرح مذہب کے خلاف بدظنی پھیلا رہے ہیں، اور ایک ایسا طبقہ پیدا ہوتا جاتا ہے۔ جو سرے سے مذہب ہی سے متنفر ہو رہا ہے۔ اور وہ اس زبون و زار حالات کی ذمہ داری مذہب پر ڈالتا ہے۔ حالانکہ کوئی مذہب بھی فتنہ وفساد کی تلقین نہیں کرتا۔ اور نہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ جانوروں کی طرح لڑنے اور ان کو قتل وغارت کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ جو جھگڑا بھی ہوتا ہے۔ وہ مذہب کے نام سے شروع اور اسی کے نام پر ختم ہوتا ہے۔ جس سے آزاد طبائع پر یہ اثر پڑ رہا ہے۔ کہ وہ مذہب سے برگشتہ اور دن بدن متنفر ہوتے جاتے ہیں ۭ

(ہمدرد ۸ راپریل سنہ ۱۹۲۶ء)

ہندوستان لارڈ ریڈنگ کے زمانہ میں

سنہ ۱۹۲۱ء میں جب لارڈ ریڈنگ نے ہندوستان انگریزاں کی حکومت کا چارج لیا تھا۔ تو اس وقت نان کوآپریشن کی تحریک پوری قوت کے ساتھ ملک کے اکثر حصوں میں جاری تھی۔ جو دو نو بڑے فرقہائے آبادی کے اتفاق واتحاد کی بنیادوں پر قائم تھی۔ اس سے دو سال قبل ہی دارالسلطنت دہلی کی سڑکوں پر اور امرتسر کے جلیانوالا باغ میں ہندو مسلمانوں اور سکھوں کا خون اپنی قدرتی حق آزادی کا مطالبہ کرتے ہوئے ملکر بہا تھا۔ اور تینوں فرقوں کے ہزارہا محبان وطن لارڈ ریڈنگ کی وائسرائیلٹی کا چارج لینے کے بعد ایکساتھ جیل خانہ گئے تھے۔ مگر لارڈ موصوف کی زبردست ڈپلومیسی کے پوشیدہ طریقوں کی بدولت اب ملک کی فضاء یہانتک بدل چکی ہے۔ کہ تحریک نان کوآپریشن کے رہنمائے اعظم اپنے ہموطنوں کی سیاسی رہنمائی سے عارضی طور پر دستکش ہو کر تین ماہ سے سابرمتی آشرم کے زاویہ خمول میں جا بیٹھے ہیں۔ اور لارڈ ممدوح کی روانگی وطن کے وقت پر ملک کے سب سے بڑے مرکز تعلیم میں ہندو مسلمان اینٹوں اور لاٹھیوں سے ایک دوسرے کا سر توڑ رہے ہیں۔ اگر بمبئی میں پرانے اور نئے وائسرایوں کو ہندوستان کے مسائل سیاسی پر باہم تبادلہ خیالات کا کوئی موقعہ ملا ہوگا۔ تو عجب نہیں کہ کلکتہ کے ان ہولناک نظاروں کو لارڈ ریڈنگ نے اپنی امپیریلزم کی حکمت عملی کی عظیم الشان کامیابی کے ثبوت میں پیش کیا ہوگا۔ اور لارڈ اروین نے ان سے اہل ہند کی حکومت خود اختیاری کی ناقابلیت کا ایک اندازہ لگایا ہوگا۔ اور اپنی طرز حکومت کو اپنے پیشرو کی پالیسی کے قالب میں ڈھالنے کا ارادہ کر لیا ہوگا ؎

وائے بر ما دبہ بربادئی ما

(ہمدم ۸ راپریل سنہ ۲۶ء)

خدمت بنی نوع اور اتفاق و اتحاد کی عملی تحریک

پنجاب میں بوائے سکاوٹ تحریک

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

پنجاب میں بوائے سکاوٹ تحریک نے حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے۔ جہاں سنہ ۱۹۲۱ء میں صرف ۱۱ بوائے سکاوٹ ٹروپ تھے۔ وہاں سنہ ۱۹۲۵ء میں ان ٹروپوں کی تعداد ۵۰۰ تک پہنچ گئی اس وقت پنجاب میں ۱۵۶۴۰ اسکاوٹ ہیں۔ اور شاید ہی کوئی قصبہ ہوگا۔ جہاں سکاوٹ موجود نہ ہوں۔ ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ہز ایکسیلنسی سر ملکم ہیلی صاحب پنجاب کے چیف سکاوٹ ہیں۔ بوائے سکاوٹ ایسوسی ایشن کی سال گذشتہ کی رپورٹ میں اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ اگر جناب ممدوح کی عمیق ہمدردی اور ذاتی دلچسپی اس تحریک اور اس کی کل سرگرمیوں کے شامل حال نہ ہوتی۔ تو ہم وہ ترقی نہ کر سکتے۔ جو ہم نے گذشتہ دو سالوں میں کی ہے۔ مسٹر جسٹس فورڈ ایسوسی ایشن مذکور کے پراونشل کمشنر اور مسٹر ایچ ڈبلیو ہاگ پراونشل سیکرٹری ہیں۔ پراونشل کونسل میں بارسوخ اور ہر طبقہ کے نمائندے داخل ہیں +

اغراض و مقاصد تحریک

ہندوستان میں بوائے سکاوٹ تحریک سے یہ غرض ہے۔ کہ بلا لحاظ نسل و مذہب تمام لڑکے اپنی مادر وطن کے سچے خدمت گذار اور سلطنت کے اچھے شہری بن جائیں۔ خدائی احکام کا احترام کریں۔ بحیثیت رعایا وفادار رہیں۔ اپنے ذاتی مفاد کو دوسروں کی بہبودی کی خاطر قربان کردیں۔ خیال۔ قول اور فعل میں عدم تشدد کے اصول پر کاربند رہیں مشاہدہ فرماں برداری اور خود اعتمادی کی عادات پیدا کریں۔ اور اپنا کریکٹر بنائیں۔ عوام کے لئے مفید ثابت ہوں۔ دستکاری سیکھیں۔ اپنی جسمانی صحت کا خیال رکھیں تاکہ بنی نوع انسان کی اس خدمت گذار عالمگیر تحریک کے صحیح معنوں میں ممبر بن سکیں +

سوشل سروس کا خیال

بوائے سکاوٹ تحریک کا ایک ممتاز پہلو یہ ہے۔ کہ اس کے ممبروں میں سوشل سروس کا خیال پیدا کیا جاتا ہے۔ بہت سے ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ جن میں بوائے سکاوٹوں نے جانبازانہ خدمت گذاری کا ثبوت دیا +

کیمپ لگانا۔ پنجاب کے بوائے سکاوٹوں میں اب کیمپ لگانے کا طریق عام ہوگیا ہے۔ سال بھر میں کم از کم ایک دفعہ کیمپ لگایا جاتا ہے اور بعض ٹروپ تو ایک سے زیادہ دفعہ کیمپ کی زندگی گذارتے ہیں۔ سال زیر ریویو میں بارہ ہزار سے زیادہ سکاوٹ کم از کم دس دن تک خیموں کے اندر رہے اور اب یہ کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ صوبہ بھر میں کوئی سکاوٹ اس قسم کی آزادانہ اور سپاہیانہ زندگی بسر کرنے سے محروم نہ رہے۔ لاہور ملتان راولپنڈی میں ایسے ضبط و انتظام سے کیمپ لگائے گئے۔ کہ سکاوٹوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی لیکن بڑے کیمپوں کی بجائے اگر چھوٹے کیمپ بھی اسی انضباط کے ساتھ نصب کئے جائیں۔ تو اس سے سکاوٹوں کے کیریکٹر پر خاص اثر پڑتا ہے۔ ان میں انتظامی قابلیت پیدا ہوتی ہے جو قومی زندگی کیلئے لازمی ہے۔ یہ معلوم کرنا اطمینان بخش ہے۔ کہ جہاں کہیں بھی سکاوٹوں نے اپنے خیمے گاڑے ہیں۔ انہوں نے حفظان صحت کے اصول کی پابندی کی ہے۔ اور کسی جگہ سے بھی یہ شکایت نہیں آئی۔ کہ کیمپ اٹھانے کے بعد زمین صاف ستھری حالت میں نہیں تھی

ہفتہ اطفال کی تحریک میں امداد

صوبہ بھر میں جہاں کہیں ہفتہ صحت اور ہفتہ اطفال کی تقریبیں منائی گئیں۔ بوائے سکاوٹوں نے ان کی کامیابی میں نمایاں حصہ لیا۔ جلسوں کی رونق بڑھانے کے لئے انہوں نے قواعد دکھلائی۔ حاضرین کی آمد و رفت کا انتظام کیا اور ہفتہ صحت کی مجالس کے اراکین کا ہر معاملہ میں ہاتھ بٹاتے رہے

پہاڑوں کی سیر

سنہ ۱۹۲۵ء کے موسم گرما میں پراونشل سیکرٹری نے پنجاب کے ۱۴ منتخب سکاوٹوں کیساتھ وادی چمبہ کے پہاڑوں کی براہ پٹھانکوٹ سیر کی۔ اور ۱۵ ہزار فٹ کی بلندی تک اوپر چلے گئے۔ اور بن ہیبش کے اوپر دریائے راوی کے منبع تک پہنچ گئے۔ کوہستانی علاقہ کی اس کامیاب اور صحت افزا سیاحت کے بعد لوکل سکاوٹ ماسٹروں کی سرکردگی میں چھوٹے چھوٹے ٹروپ چھوٹے پیمانہ پر اس قسم کی سیر میں مشغول رہے۔ اس قسم کی سیاحت نہ صرف جسمانی صحت کے نقطہ خیال سے مفید ہے۔ بلکہ اس سے لڑکوں میں قدرتی مناظر دیکھنے اور مشاہدہ کرنے کا مادہ پیدا ہوتا ہے

تحریک غیر سرکاری اور اتحاد پرور ہے

بوائے سکاوٹ تحریک کے متعلق یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ایسوسی ایشن مذکور اپنی نوعیت میں کوئی نوجی انجمن نہیں ہے۔ اور نہ گورنمنٹ کا اس سے کوئی تعلق ہے۔ نہ صوبہ کے محکمہ تعلیم کو اس سے

اشتہارات

ایک ضروری اعلان

کتاب گھر چونکہ سخت مقروض ہوگیا ہے۔ اس لئے اپنے قیمتی سٹاک میں سے چند نہایت قیمتی کتب کو غیر معمولی رعایت پر فروخت کرنا چاہتا ہے۔ احباب جلد سے جلد اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں +

کلید قرآن بمع لغات القرآن و خلاصہ صرف و نحو اصلی قیمت عہ۔ رعایتی عہ ر

حمائل شریف مترجم۔ بمع فہرست مضامین و احکام القرآن۔ اصلی قیمت للعہ۔ رعایتی سے ر

احمدیہ پاکٹ بک:۔ تمام مذاہب کے متعلق سینکڑوں دلائل کا مجموعہ۔ اصلی قیمت عہ رعایتی ۱۰ ر +

درثمین عربی مترجم:۔ حضرت صاحب کے عربی اشعار کا مجموعہ بمع اعراب۔ اصلی قیمت ۸ر رعایتی ۱۲ ر +

درثمین اردو جیبی تقطیع پر مجلد۔ اصلی قیمت ۶ ر رعایتی ۴ ر +

سیرۃ النبی مؤلفہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ مجلد۔ اصلی قیمت عا ر۔ رعایتی عہ

اس رعایت کے بعد پھر اور کتب کے متعلق اعلان کیا جاوے گا۔ فہرست کتب سلسلہ احمدیہ مفت ملتی ہے +

کتاب گھر قادیان

اشتہارات کی صحت کے ذمہ وار خود مشتہر ہیں نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

ممالک غیر کی خبریں

—— نوا گراڈ ۹ مئی۔ نووگراڈ اور اس کے ہمجوار اضلاع میں تباہ کن سیلاب نے بڑا سخت نقصان پہنچایا ہے۔ ۳۷ دیہات اور ۳ ہزار سے زائد مکانات تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔ ۲۰ پلیس طغیانی کی نذر ہو گئیں ہیں +

—— بیت المقدس سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ حکومت شرق اردن نے محکمہ حفظان صحت فلسطین کے ڈائرکٹر کے مشورے پر کاربند ہو کر فیصلہ کیا ہے۔ کہ یکم مئی سے یکم ستمبر ۱۹۲۶ء تک بندرگاہ عقبہ عازمین حج بیت اللہ کے لئے بند کر دیا جائے +

—— بیروت۔ شہر دمشق کے فرانسیسی کمانڈر کو معلوم ہوا۔ کہ باغیوں نے ایک سازش کی ہے۔ اور شہر میں قزاقوں کی تعداد کثیر جمع ہو گئی ہے۔ لہذا فوراً عورتوں اور بچوں کو ایسے محفوظ مقامات میں پہنچا دیا گیا۔ جو خاردار تاروں سے محیط تھے +

—— جرمنی اخبار "درسد نرنز بچر" رقمطراز ہے۔ کہ سرکاری ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ جرمنی اور کابل میں ایک دوستانہ معاہدہ ہو گیا ہے۔ اور اس معاہدہ سے وہ قضیہ بھی ختم ہو جائے گا۔ جو سٹرتیل کے واقعہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا +

—— قاہرہ۔ محی الدین پاشا سفیر ترکیہ متعینہ دربار مصر جمعۃ الوداع (آخری جمعہ) کے روز ضیافت افطار صوم کی شرکت کے لئے سرکاری طور پر مدعو کیا گیا۔ تو آپ نے دریافت کیا۔ کہ کیا مجھ کو ہیٹ پہن کر مسجد میں داخلہ کی اجازت دی جائیگی یا مسجد میں داخل ہوتے وقت ہیٹ اتارونگا یعنی اعظم مصر نے گذشتہ ہفتہ ہیٹ کے خلاف فتویٰ شائع کیا تھا۔ اس لئے مجبوراً سفیر صاحب کو لکھا گیا۔ کہ اس تقریب پر ترکی ٹوپی پہننا ضروری ہے۔ محی الدین پاشا نے اس کے جواب میں اظہار افسوس کیا۔ اور لکھ بھیجا کہ افسوس ہے۔ میں اس ضیافت میں شامل نہیں ہو سکتا +

—— لنڈن ۱۱ مئی۔ ٹریڈ یونین کانگرس کی جنرل کونسل کا بیان ہے۔ کہ اسے امریکہ، کناڈا، اور فرانس کی مزدوروں کی انجمنوں سے اور آسٹریا اور جرمنی کی ٹریڈ یونین سے پیغامات وصول ہوئے ہیں۔ جن میں مالی امداد کا وعدہ کیا گیا ہے۔ کونسل کا یہ بھی بیان ہے۔ کہ ٹریڈ یونین کانگرس کو خبر ملی ہے کہ حکومت نے ممالک غیر سے آنے والی رقموں کے متعلق امتناعی حکم جاری کئے ہیں +

—— لنڈن ۱۲ مئی۔ عام ہڑتال ختم ہو گئی +

—— رگبی ۱۳ مئی۔ ملک معظم نے ہڑتال کے خاتمہ پر اپنی رعایا کے نام ایک اعلان شائع کیا ہے۔ جس میں تمام جماعتوں سے ملک کی فلاح و بہبود کی خاطر اتحاد و اتفاق کی درخواست کی ہے +

—— دارالعوام میں جس وقت وزیر اعظم نے ہڑتال کے ختم ہونے پر اعلان کیا۔ تو ہر طرف سے آپ کا خیر مقدم کیا گیا۔ آپ نے اپنے اعلان میں کانکنوں کے معاملات پر کانکنوں کی انجمن سے گفت و شنید فوراً شروع کرنے کا وعدہ کیا۔ اعلان کے وقت دارالعوام میں شہزادہ ویلیس بھی تشریف فرما تھے +

—— قاہرہ۔ مخلوط عدالت نے مسٹر فاک ایک امریکن کی بیوہ کے مقدمہ میں فیصلہ صادر کر دیا ہے۔ بیوہ مذکور نے حال ہی میں زاغلول پاشا اور محمد محمود پاشا پر ۶ لاکھ ڈالر کا دعویٰ کیا تھا۔ اور وجہ یہ بتائی تھی۔ کہ اس کے شوہر نے مصری آزادی و استقلال کے متعلق خدمات انجام دی تھیں۔

—— عدالت نے زاغلول پاشا اور محمود پاشا کی ذات کے خلاف تو دعویٰ مسترد کر دیا۔ لیکن زاغلول پاشا کو حکم دیا کہ وہ بحیثیت پریزیڈنٹ جماعت وفد مدعیہ کو ۵۵ ہزار ڈالر ادا کریں +

—— وارسا ۱۳ مئی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ لیتھونیا میں ایک فوجی بغاوت ہو گئی۔ وہ حکام جو سابق پریزیڈنٹ پلسودسکی کے طرفدار ہیں۔ موجودہ حکومت کو گرانے کے لئے دارالخلافہ پر یورش کر رہے ہیں +

—— وارسا ۱۲ مئی۔ کیبنٹ نے جس کا اجلاس مسلسل ہو رہا ہے۔ جملہ حفاظتی تدابیر اختیار کر لی ہیں۔ سرکاری عمارتوں، ریلوں، ٹیلیفون کے اسٹیشنوں وغیرہ پر فوج اور مشین گن کا پہرہ لگا ہوا ہے۔

(بعد کا تار) آج سہ پہر کو بازاروں میں شدید لڑائی ہو گئی۔ کئی آدمی ہلاک و مجروح ہوئے۔ گورنمنٹ کے خلاف پارٹی نے قلعہ، وزیر اعظم کا مکان اور وار آفس اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ گورنمنٹ مستعفی ہو گئی ہے۔ اور جمہوریت کا صدر بھی عنقریب ہی مستعفی ہو جائے گا +

—— وارسا ۱۲ مئی (دیشبر کا ایک تار) حال کی بے چینی و ایجی ٹیشن کا یہ نتیجہ بر آمد ہوا ہے۔ کہ رہبرٹن کی افواج نے گورنمنٹ کے حکم سے سرتابی کی ہے۔ اور مؤخر الذکر دارالخلافہ کی حفاظت کی تدبیر کر رہی ہے۔ اس نے باغیوں سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ وہ اطاعت قبول کریں +

—— لنڈن ۱۳ مئی۔ مشترکہ اجلاس اسمبلی اسمبلی نے

بل امتیاز رنگ پاس کر دیا +

—— آئندہ ستمبر میں بمقام لاسین (جنیوا) دنیا بھر کے اخبارات کی ایک کانگرس منعقد ہو گی۔ ہندوستان کی طرف سے مسٹر رستم دچھہ گاندھی مالک و ایڈیٹر شائجہ ورتمان" جو بمبئی کا مشہور و نیکو لہ اخبار ہے۔ بطور نمائندہ جا رہے ہیں +

ہندوستان کی خبریں

—— ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب ڈاک خانجات انچارج گورنمنٹ ٹیلیگراف آفس اطلاع دیتے ہیں۔ کہ سنٹرل ٹیلیگراف آفس ۱۶ مئی ۱۹۲۶ء کی سہ پہر سے ایٹ سینا میں ایسٹرن ہوسٹل میں منتقل کر دیا گیا ہے۔

—— لاہور میونسپلٹی نے ٹاؤن ہال میں پوربیوں کے لئے ایک نائٹ سکول ۱۶ اپریل سے کھولدیا ہے +

—— کلکتہ کارپوریشن ابتدائی تعلیم کو رواج دینے کی بہت کوشش کر رہی ہے۔ چنانچہ اس نے لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد معلوم کرنے کے لئے دس ہزار روپیہ منظور کیا ہے +

—— یہ امر بہت کچھ قابل اطمینان ہے۔ کہ گورنمنٹ صوبجات متحدہ نے آگرہ علیگڑھ جھانسی اور متھرا کی میونسپلٹیوں میں لڑکوں کے لئے ابتدائی تعلیم جبریہ قرار دینے کی منظوری دے دی ہے +

—— دہلی میں بھی میونسپلٹی ابتدائی جبریہ تعلیم کو پھیلا رہی ہے۔

—— بمبئی ۱۴ مئی۔ ہمعصر "ڈیلی میل" کے ایک نمائندہ نے ڈاکٹر ٹیگور سے ملاقات کی۔ اور اثنائے گفتگو میں ان سے پوچھا کہ آپ اٹلی کیسے جاتے ہیں۔ جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔ کہ میں حکومت اٹلی کے بلانے پر نہیں جا رہا بلکہ میں اپنے بعض اطالوی دوستوں سے وعدہ کر چکا تھا۔ اور نیز علاج اور آرام کی غرض سے بھی جا رہا ہوں +

—— لاہور کی ٹھنڈی سڑک پر لارڈ لارنس کا بت نصب ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے میں تلوار ہے۔ اس کے نیچے یہ الفاظ کندہ تھے "تم تلوار سے حکومت چاہتے ہو یا قلم سے" اب حکومت نے یہ الفاظ یوں بدل دیئے ہیں "میں نے قلم اور تلوار سے تمہاری خدمت کی ہے"